بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رقم زدہ جناب سید محفوظ علی صاحب بی اے (علیگ)

جس ملک یا حصۂ ملک مین جو زبان بولی جاتی ہے وہ وہان کے مردون اور عورتون دونون کی مشترکہ زبان ہوتی ہے۔ لاریب۔ مگر اس مین بھی شک نہین کہ اسی مشترکہ زبان مین طرز ادا کے اعتبار سے دونون جنسون کی خصوصیات بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوتی ہین۔ بعض زبانون مین ضمائر کے سوا مردون اور عورتون کے اظہار خیال کے عام

پیرائے میں کوئی بیّن تغیر نظر نہیں آتا مگر ان میں بھی دونون
جنسون نے خاص خاص الفاظ۔ خاص خاص محاورے
اور خاص خاص ترکیبیں اپنے لیے مخصوص کرلی ہین۔
جب ان زبانون تک مین جن مین تذکیر و تانیث کا
چندان لحاظ نہیں جنسی خصوصیات موجود و مقرر ہین تو
ہماری اُردوے معلّیٰ کا کیا کہنا اور کیا پوچھنا جس مین
خیر سے اسماء مین جنسی فرق۔ صفات مین جنسی فرق۔
افعال مین جنسی فرق۔ متعلقات افعال مین جنسی فرق۔
اور محاورات مین جنسی فرق ہے۔ اور اِن فرقون کے
متعلق ذراسی بے توجہی کرنے سے۔ ”خود غلط انشا غلط املا
غلط“ ہوجاتا ہے۔

ایک سادہ سا نصف درجن لفظون کا فقرہ ہے
”اصغر اچھا خاصا سیانا ہوگیا ہوگا“ لیکن جب یہی فقرہ

اصغر کی سگی بہن اصغری کے لیے بولا جائے تو یون بدل
جائے گا۔ "اصغری اچھی خاصی سیانی ہوگئی ہوگی" اب
چاہے بھائی بہن شکل صورت مین عین مین ایک ہی سے
ہون لیکن ان کے لیے جو دو چھوٹے چھوٹے فقرے بولے گئے
ہین اُن کے ہر ہر لفظ مین فرق ہے۔

اُردو مین جنسی خصوصیات کی افراط اس کی مقتضی
تھی کہ جس طرح مردون اور عورتون کی بول چال مین فرق
ہے اسی طرح اُن کی لکھ پڑھ مین بھی فرق ہو۔ سردار
ارسلان خان پوپل زئی، اگرچہ ولایتی پٹھان اور کابلی سردا
ہین مگر عرصے سے دلّی مین رہنے سہنے سے ایسی ہی
صاف اور صحیح اردو بے تکلف بولتے ہین جیسی دلّی کا کوئی
پشتینی پرانا رئیس۔ وہ عموماً تذکیر و تانیث کی غلطی نہین
کرتے اور بخلاف دوسرے غیر ملکیون کے "گھوڑی دانہ کھا چکی"

اور "گھوڑا دانہ کھا چکا" کو اپنے اپنے صحیح موقعوں پر بولتے ہین۔ لیکن جب وہ اپنی بی بی یا لڑکی یا کسی اور مؤنث ذی رُوح یا غیر ذی روح کا قول نقل کرتے ہین تو ہمیشہ اُردو کے اہم ترین قاعدے کی گردن مروڑ ڈالتے ہین:۔

"خانم کہتی ہین خاتون اسٹور سے برقع منگا دیجیے آج خدّام کعبہ کے جلسے مین جاؤن گا"

"گھوڑی کہتی ہے ریل سے پہلے پہونچا دون گا آپ گھبراتے کیون ہین"

"ہوا کہتی ہے مین آج نہین تھمون گا"

ایسے موقعون پر جس منطق سے وہ اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرتے ہین اُس کا ملخص یہ ہے:۔

"ہم مرد اور پٹھان ہین اس لیے ہم سے یہ ہو ہی نہین سکتا کہ اپنے مردانہ افغانانہ تشخص کا تعقل کرتے ہوئے

ضمیر متکلم کو چاہیے باز رہو یا مستتر کسی صیغۂ تانیث کے ساتھ استعمال کریں۔ مانا کہ وہ ضمیر متکلم کسی عورت کے قول کی نقل ہے۔ ہوا کرے۔ ضمیر متکلم تو ہے۔ اور ضمیر متکلم اپنے لیے بولتے ہیں۔ اور ہم بہ فضل خدا مرد ہیں لہذا ہم صیغۂ تانیث کیوں بولنے لگے تھے"

سردار صاحب ٹھوس اور سپاٹ پٹھان ہیں اس لیے جو دل میں تھا اُس پر عمل بھی کیا اور وقت پر صاف کہہ بھی دیا لیکن سچ پوچھو تو دل میں ہم سب مردوں کو لفظ میں کے ساتھ آوں گی۔ جاؤں گی۔ بولنا ایسا ہی گراں بلکہ ہلکا معلوم ہوتا ہے جیسے گُگڑوں کوں بولنا۔ یہ اور بات ہے کہ ہم دل کا حال ظاہر نہ کریں۔

جب مَردوں کے دل کی یہ کیفیت ہے تو کیا اُن لڑکیوں کے دل میں بھی ایسا ہی خیال نہ آتا ہوگا جو لڑکوں کے

پڑھنے کی کتابین یاد کرتی ہون گی؟ اصل مین یہی خیال اس
امر کا داعی و محرک ہوا کہ لڑکیون کے پڑھنے کی کتابین علٰحدہ
تیار کی جائین اور یہی خیال اُردو کے سرمائے مین روز بہ روز
اُس خزانے کا اضافہ کر رہا ہے جسے زنانہ لٹریچر کہتے ہین
اس کی فراہمی مین سب سے زیادہ حصہ پہلے مردون ہی نے
لیا ہے۔ شکر ہے کہ اب عورتین بھی شریک ہوتی جاتی ہین
مرد ہوکر عورتون کی بولی بولنے والے پہلے سعادت یار خان
اور اُن کے بعد میر یار علی تھے۔ مگر افسوس کہ دونون نے یہ
رُوپ اس بری طرح بھرا کہ اس سلسلے مین اُن کا نام لینے
کو جی نہین چاہتا۔ زنانہ لٹریچر کی شاندار عمارت کا سنگ بنیاد
اُسی وقت رکھا گیا تھا جب رنگین کے دماغ نے ریختی ایجاد
کی۔ مگر اُن کی تصانیف اور اُن سے زیادہ دوسرے صاحب
کی تصانیف (جن کے تخلص لکھنے کی قلم تک کو ہمت نہین پڑتی)

اُردو کے دامن پر گندی چھینٹین ہوگئین۔ اور اُن کا دیکھنا عورتون کو کیا مردون تک کو جائز نہین۔

اب عورتون کی زبان مین اور عورتون کے پڑھنے کے لیے سب سے پہلے اور میری رائے مین اس وقت تک سب سے بہتر جو کتابین لکھی گئین وہ مولانا نذیر احمد مرحوم کی ہین۔ مرحوم نے یہ کتابین لکھ کر عورتون پر جو احسان کیا ہے اُس کی شکر گزاری کی اگر کوئی صورت ہوسکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ ہر لڑکی جب وہ عبارت پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہوجائے چاہیے کہ ایک دفعہ اُن کی ہر کتاب (جو عورتون کے لیے لکھی گئی ہے) اول سے آخر تک پڑھ جائے۔

مولانا نذیر احمد مرحوم کے بعد بلکہ اُن کے زمانۂ حیات ہی سے اُن کے عزیز اور اُردو کے مشہور انشاپرداز

عبدالرشد الخیری صاحب ان کے نقش قدم پر چل کر زنانہ
لٹریچر کی بہت کچھ خدمت کر رہے ہین۔ وہ کئی کتابین طبع
مین شائع کر چکے ہین اور ایک چھوڑ دو اُردو ماہوار رسالون
کی ایڈیٹری بھی کرتے ہین۔ صاحب موصوف جو کچھ لکھتے
ہین ٹھیٹ عورتون کی زبان مین لکھتے ہین۔ محاورے
خاص دلّی کے مستند۔ زبان ٹکسالی جس مین مٹھاس بھی
اور نمک مرچ بھی۔ لیکن قصور معاف ہو تو مین یہ عرض
کرنے کی جراءت کرتا ہون کہ بسا اوقات مٹھاس کی اس قدر
کثرت یا نمک مرچ کی اس قدر شدّت ہوتی ہے کہ زبان
پناہ مانگنے لگتی ہے۔

مسلمانون مین بہت سے مَرْدُود مَردون کی بدمذہبی
اور بےعلمی کی وجہ سے بہت سی عورتون پر ظلم۔ جبر
بےرحمی اور ناانصافی ہوئی اور ہوتی ہے جس کا نتیجہ اُن

بیچاری عورتون کے حق مین مفلسی۔ کس مپرسی۔ تباہ حالی۔
پریشانی اور افسردگی ہوا اور ہوتا ہے اور اسی سے اُن
بدنصیبون مین رنج۔ غصہ۔ خواہش انتقام۔ بے صبری۔
ناشکری۔ بدزبانی اور بدمزاجی آگئی اور آجاتی ہے۔
صاحب موصوف چونکہ سوسائٹی کے اس تاریک رُخ
کے خاکے کثرت سے کھینچتے رہے ہین اس لیے مجھے
خوف ہے کہ اُن کے قلم کی زبان مین یہ اثر سرایت کرگیا
اور اس لیے اُن کی تصویرون مین بھی خوش خُلقی۔ شگفتگی
نیک مزاجی۔ خندہ روئی۔ محبت پاس ادب اور حفظ ادب
کے مراتب کے خط و خال مشکل سے نظر آتے ہین۔
مجھے تسلیم ہے کہ سوسائٹی کا یہ رُخ نہایت تاریک
نہایت بھیانک۔ نہایت نفرت انگیز اور نہایت شرم آ
ہے۔ مجھے یہ بھی تسلیم ہے کہ اس رخ کی تصویرین کھینچنی بھ

نہایت ضروری ہین! مگر میری رائے ہے کہ یہ تصویرین
صرف مردون کو دکھائی جائین اور جس طرح ولایت مین بعض
کتابون اور البمون پر لکھا ہوتا ہے کہ "صرف مردون کے لیے"
اسی طرح ان پر بھی یہی لکھا ہو- بلکہ اس قدر عبارت اور ہو "پڑھو
سوچو اور شرماؤ کہ تم نے اپنے ظلم جبر- بے رحمی اور بے انصافی
سے اپنی رفیقِ زندگی کی حالت کیا سے کیا کردی ہے"! عورتون
کو اِن تصویرون کے دکھانے مین میری راے مین یہ خرابی
ہے کہ اپنی ہم جنسون مین رنج- غصہ- خواہش انتقام- بے صبری
ناشکری- بدزبانی اور بدمزاجی دیکھتے دیکھتے یہ خود بھی ان
عادتون کو اختیار کرنے لگین گی دوسرے ڈر ہے کہ کہین
بلاوجہ ذاتی عام جنسِ ذکور سے نفرت- عداوت اور
بے تعلقی نہ پیدا ہوجائے جس سے نظام خانہ اور طمانیتِ
خاطر ہی رخصت ہو-

راشد الخیری صاحب نے لڑکیون کے لیے جو انش

لکھی ہے عرصہ ہوا اُسے مین نے بھی دیکھا تھا۔ اگرچہ اُس م

بعض خطوط اعلیٰ درجے کے ہین لیکن زیادہ تر ایسے ہین جن

بنا پر مجھے افسوس کہ اُس سے مایوسی ہوئی۔ اُنھین دنو

ایک خاتون نے الناظر مین اسی انشا کے متعلق اپنے خیا

کا اظہار کیا تھا۔ مین یہان اُن کے طرز تحریر کی داد دینی نہیں

چاہتا مگر یہ عرض کرنا چاہتا ہون کہ مجھے یہ دیکھ کر ایک نہای

خوش گوار تعجب ہوا تھا کہ ہماری بہنون اور بیٹیون مین ماشا

تمیز و تنقید کا مذاق پورے طور پر موجود ہے اور وہ خو

محسوس کرتی ہین کہ ایسی کوئی کتاب جس سے تعدیۂ رذا

کا خفیف سا بھی احتمال ہو لڑکیون کے ہاتھ مین قط

نہ جانے پائے۔

اب مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی ہے کہ اُنھین خاتون مج

نے لڑکیون کے لیے خود ایک انشا ترتیب دی ہے جس مین
کے چار خط اُنھون نے الناظر مین اشاعت کے لیے دیے
ہین۔ اگرچہ مُٹھی بھر نمونے سے خرمن یا خروار کی نسبت رائے قائم کرنی
محض خوش عقیدگی ہے لیکن (ہمت افزائی کی غرض سے
نہین کہتا اس لیے کہ اس کی اُنھین حاجت نہین۔ خوشامد
کی راہ سے نہین کہتا اس لیے کہ اس کی مجھے عادت نہین)
جہان تک مین ان چار خطون سے اندازہ کر سکا، میرے
ناقص خیال مین یہ انشا۔ انشاء اللہ لڑکیون کے لیے بہت
مفید ہوگی اور زنانہ لٹریچر کی ایک شدید ضرورت کو پورا
کرے گی بشرطے کہ اور خطوط بھی ایسے ہی بلکہ اس سے
اچھے ہون۔

زبان کے متعلق تو مین کچھ عرض کرنا نہین چاہتا۔ شاید
بیگم صفدر علی خود لکھنؤ کی رہنے والی ہین۔ سب سے بڑی بات

یہ ہے کہ ان خطوں کے الفاظ لکھنے والی اور خیالات سوچنے والی سچ مچ ایک عورت ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ مولانا نذیر احمد ہوں یا مسٹر راشد الخیری عورتوں کی زبان سے جو کچھ وہ ادا کریں گے محض آورد۔ تصنع اور غیر واقعیت ہوگی چاہے وہ کتنی ہی قابل تعریف کیوں نہ ہو۔ لڑکیوں کی انشا اگر کسی مرد کی تصنیف ہو تو جو خط نصیرہ کی طرف سے زاہدہ کے نام ہوگا وہ چاہے کتنی ہی قابلیت اور واقفیت (یعنی حقیقت میں کتنی ہی نقالی اور فریب دہی) سے لکھا گیا ہو پھر بھی وہ اُس قلم کی جنبش کا نتیجہ ہوگا جو نصیرہ کی نہیں

لے (متعلق صفحہ ۱۲) لکھنؤ کی تو نہیں مگر نواح لکھنؤ کی ضرور رہنے والی ہیں۔ منشی امیر احمد مینائی مرحوم و مغفور، منشی ممتاز علی آہ۔ منشی احمد علی شوق قدوائی اور منشی واحد علی ابر قدوائی کے سے اُستادان فن اور شعرائے باکمال سے فیض یاب ہونے کا جسے موقع ملے اُس کی زبان کا کیا کہنا اور یہ چاروں حضرات موصوفہ کے بزرگ و عزیز خاص ہیں۔ ایڈیٹر الناظر۔

بلکہ نصیر خان کی انگلیوں مین دبا تھا۔ اور اس سیلیے اُس خط
کا اندازِ تحریر چاہے کتنا ہی زنانہ ہو لیکن انداز تخئیل ضرور مردانہ
ہوگا۔ ہم عورتون کی زبان مستعار لیکر زنانی بات چیت ضرور
کر سکتے ہین مگر ہم عورتون کا دماغ مستعار لیکر زنانہ خیالات ہرگز
نہین سوچ سکتے۔ سوسائٹی کی عام خوبیون اور عام بُرائیون
پر ہماری نظر کتنی ہی وسیع اور عمیق ہو لیکن جو صنفی خوبیان
اور جنسی بُرائیان عورتون مین۔ اُن کے دل مین
ان کے دماغ مین مُضمر ہین اُن کا صحیح اندازہ اور
ٹھیک پتہ ایک عورت ہی لگا سکتی ہے اور وہی دوسری
عورت کو اپنے ناقابل ادراک اور ناقابل تقلید طریقے سے
سمجھا سکتی ہے۔

بیگم صفدر علی نے مسٹر راشد الخیری کی انشا کو اُس کے
راقمات خطوط کے طعن و تشنیع زبان درازی و فقرہ بازی۔ عامیانہ

محاورون اور سُوقیانہ روزمرون کی بنا پر ناپسند کرکے اپنا خیال
ظاہر کیا تھا کہ لڑکیون کے لیے جو کتاب لکھی جائے اُس مین
"مہذب الفاظ اور سنجیدہ عبارت کا لحاظ رکھنا لازمی ہے تاکہ
لڑکیون کی زبان پر بیہودہ الفاظ نہ آنے پائین اور خیالات مین
کمینہ پن نہ پیدا ہو جائے" مین نے اسی تنقید کی خُردہ بین عینک
سے چارون خطون کو پڑھا اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ان مین
کوئی لفظ یا خیال ایسا نہین جس سے خود اُن کی تکذیب و تبکیت
ہو سکے۔

مجھے امید ہے کہ بیگم صفدر علی اسی روش پر اور اسی
رنگ مین ساری کتاب ترتیب دیکر شایع کر دین گی جس سے
لڑکیان اور نیز لڑکیون کے والدین اُن کے شکرگزار ہون گے۔

تبصرۂ بالا رسالۂ ناظر بابت ماہ جولائی ۱۹۱۵ء مین مع چند نمونے کے خطوط کے چھپا تھا۔

غلطیون کی فہرست

صفحہ	خط	سطر	غلطی	صحیح
۵	۱۲	۲	پچھ	کچھ نہین
۶۳	۱۴	۸	یچیی برکلی	یحیی برکلی
۶۴	۱۴	۶	بڑرے سے بڑے	بڑے سے بڑے
۶۵	۱۴	۱۳	جن	جن کو
۶۸	۱۵	۴	انقلایات	انقلابات
۶۹	"	۱	خط دیکھنے کو	خط دیکھنے کو
۸۱	۱۷	۶	جھولے پڑتے ہین	جھولے پڑے ہین
۸۴	۱۷	۶	عمہ جنیان	عمہ جنیا
۸۷	۱۸	۸	پھپی جان	پھپھی جان
۸۸	"	۶	"	"
"	"	"	یہن	بہن
۹۴	۲۷	۲	پھپی	پھپھی
"	"	۸	"	"
۹۶	۲۱	۸	"	"
"	"	۱۰	"	"
۱۰۲	"	۱۲	بیروج	بروج
۱۰۴	"	۲	پھپی	پھپھی
۱۱۰	"	۷	"	"
۱۱۲	"	۳	سیٹ	سٹ
۱۱۴	"	۸ و ۹	شریک ہوہونے	شریک ہونے

تمت

اِن خطوط کے ناظرین سے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ اس چھوٹی سی انشا کے شائع کرنے سے میری یہ غرض نہین ہے کہ مین بھی زمرۂ مصنفین مین گنی جاؤن۔ مین جانتی ہون اور تسلیم کرتی ہون کہ میرے دماغ اور قلم مین وہ قوتین نہین ہین جن کی ضرورت ایک مصنف کے لیے ہوا کرتی ہے۔ یہ چند اوراق جو انشا کی صورت اختیار کیے ہوئے عام نگاہون کے سامنے پیش ہو رہے ہین اور جن کے چھوٹے سے

مجموعے کو انشا کا لقب دیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے) اس
خیال سے نہین لکھے گئے تھے کہ کبھی انشا کا نام پائین گے۔
ان کی شان نزول صرف یہ ہے کہ میری لڑکی اور دو بھانجیان
جب اس قابل ہوئین کہ اُن کو طرز تحریر کی تعلیم دی جائے۔
تب مین نے املا کی صحت۔ انشا کی روانی اور عبارت کی
سلاست سے اُن کی تحریرون کو ٹھیک کرنے کے لیے یہ
طریقہ اختیار کیا کہ کبھی خود خط لکھ کر اُن کو دیدیتی تاکہ وہ نقلین
کرین۔ اور کبھی مین عبارت بولتی جاتی اور وہ لکھتی جاتین۔
رفتہ رفتہ یہ خطوط جمع ہو گئے۔ اور لڑکیون نے خواہش ظاہر کی
کہ چھپوا دیے جائین۔ ابھی مین اس پس و پیش مین تھی کہ چھپواؤن
یا نہین۔ کہ اتفاق سے میرے عزیز بھائی رسالہ الناظر کے اڈیٹر
آ گئے۔ انھون نے ان خطون کو دیکھ لیا۔ اور مُصر ہوئے کہ
ضرور شائع کر دیے جائین۔ بلکہ چند خط لے بھی گئے۔ اور الناظر مین

اُن کو نکال بھی دیا۔ اب تو بعض بہنون اور بھائیون کی تحریرین میرے پاس آنے لگین کہ ایک ایسی انشا کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ جو عورت ہی کے قلم سے عورتون ہی کی سیدھی سادی زبان مین لکھی گئی ہو۔ ایسا منشا پا کر باقی ماندہ خطون مین سے چند اور بھی مین نے الناظر اور ظل السلطان مین شائع کرا دیے۔

مین اُن بہنون اور بھائیون کا شکریہ ادا کرتی ہون۔ جنھون نے الناظر اور ظل السلطان مین خطون کو دیکھ کر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور یون میری ہمت افزائی کی۔ مین لکھ چکی ہون کہ یہ چند خط انشا کہلانے کی حیثیت نہین رکھتے اس لیے مین نے ارادہ کیا ہے۔ (بشرطیکہ زمانہ فرصت دے) کہ اس ٹکڑے کو پہلا حصہ قرار دون۔ اور دوسرے حصے کے لیے کچھ اور خطوط لکھون۔ خدا کرے لڑکیان شوق سے پڑھین اور

فائدہ اُٹھائیں۔ یہی تمنا ہے جس نے مجھے سرِ مغزن پر پھر آمادہ کیا ہے۔ چونکہ ان خطوں کا سرمایہ میری لڑکی بلقیس جہان اور میری دو بھانجیوں (دختران خان بہادر مولوی محمد نہال الدین احمد صاحب پنشن یافتہ ڈپٹی کلکٹر) کے ہاتھوں فراہم ہوا ہے۔ لہذا میں اس انشا کو انھیں کے ناموں سے معنون کرتی ہوں۔

بیگم صفدر علی

۳۰۔ نومبر ۱۹۱۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خط (۱)

چھوٹی بہن کے نام

بمبئی ۱۷-جون ۱۹۰۵ء

پیاری سلیمہ - خوش رہو

تمھارا خط پہونچا - خیریت پاکے خوشی ہوئی - اب مین بالکل اچھی ہون - امان جان کو مطمئن کردو - فہیم کو البتہ پرسون سے حرارت ہے - یہان آج کل چیچک کا بڑا زور ہے اور مین اس موذی مرض سے بہت ہی ڈرتی ہون - ٹیکا تو سب بچون کے ابھی بیس بائیس ہی دن ہوئے دلا چکی ہون - سچّے موتی بھی تین تین دن سب کو کھلا دیے ہین - بائین ہاتھ کی چھنگلیا والی گھائی مین جونکین بھی لگا دی گئی ہین - مطلب یہ کہ احتیاط اور تدبیر تو حتی الامکان کر چکی ہون - آگے جو اللہ کی مرضی - فہیم کو حرارت

کسی وقت ہوجاتی ہے۔اور کسی وقت بالکل نہین ہوتی۔اس
سے چیچک کا اندیشہ نہین ہے۔کل تک اور دیکھ لون۔پرسون
بھی اگر خدا نہ کرے حرارت ہوئی تو عمل دون گی۔اکثر معدہ صاف
نہونے سے بچون کو اس قسم کی شکایتین ہوجاتی ہین۔
تم نے کٹھ پتلی کے تماشے کا حال لکھتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے
کہ "امّان جان تو بجاے ہنسنے اور خوش ہونے کے رونے لگین
تماشے مین ہم سب سے زیادہ دلچسپی بھی اُنھین کو ہوئی۔
ہم لوگ تو کبھی کبھی اُٹھ بھی گئے مگر وہ اُس وقت تک نہ اُٹھین۔جب تک
کھیل ختم نہ ہو لیا۔مین حیران ہون کہ امان جان کو بچون کے کھیل
مین ایسی کیا بات نظر آئی جس سے اُن کو اتنی تو دلچسپی ہوئی۔اور
پھر روتی بھی جاتی تھین" سلیمہ کٹھ پتلی کا تماشا بچون کا کھیل ہی نہین
عبرت کا قصہ ہے۔نصیحت کی داستان ہے۔صوفیون کو اکثر
اس مین لطف آتا ہے وجہ یہ کہ کٹھ پتلی کا تماشا ہو بہو دنیا کا نقشہ ہے۔

اگر غور سے دیکھو اور سمجھو تو یہ تماشا ہم کو بتاتا ہے کہ دنیا فانی ہے
دل لگانے کی جگہ نہین۔ دنیا کی مثال بالکل اس تماشے کے
چھوٹے اسٹیج اور اُس کے ننھّے مُنّے ایکٹرون کی سی ہے۔ ایک
دن ایسا آنے والا ہے جب یہ دنیا اور اس مین چہل پہل پیدا
کرنے والے انسان یون ہی مِٹ جائین گے۔ جیسے یہ اسٹیج او
ایکٹرس ہماری سانس کا تار بھی ہمارے بنانے والے کے ہاتھ مین یون ہے
ہے۔ جیسے اُن گڑیون کا تار اُن کے نچانے والے کے ہاتھ مین
اور جس طرح محض اس تار کے کٹ جانے پر یہ چلتی پھرتی صورتین
گِر گِر کر اسٹیج کو حسرت کا گھر بنا دیتی ہین۔ اسی طرح ایک دن ہم بھی
نفس کا تار ٹوٹ جانے پر یون ہی بے جان ہو ہو کر دنیا کے اسٹیج
پر گر جائین گے۔ پھر جیسے یہ تماشا گاہ بغیر ان پتلیون کے اُکھاڑ پھینک
جاتی ہے۔ ویسے تماشا گاہ عالم بھی ہمارے بعد فنا ہو جائے گی۔
اگر اِن باتون پر نظر کر کے کٹھ پتلی کا تماشا دیکھا جائے تو

فی الحقیقت دلچسپی کے ساتھ عبرت کو بھی لیے ہوئے ہے۔ مگر جو لوگ محض تماشا یا بچون کا کھیل سمجھ کر دیکھتے ہین۔ اُن کی نظر کسی نتیجے تک نہین پہونچتی۔ اس لیے اُن کو دلچسپی تو ہوتی ہے مگر عبرت نہین ہوتی۔ ہم لوگ عموماً کسی چیز کو غور کی نظر سے نہین دیکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ خدا کو اور اپنے فانی ہونے کو بھولے ہوئے ہین۔ دنیا کی ہر چیز۔ ذرّے سے آفتاب تک فنا ہونے کا سبق اور خدائے واحد کے موجود ہونے کا ثبوت دے رہی ہے۔ اس پر بھی ہم نہ سمجھین اور نہ دیکھین تو ہماری سمجھ اور آنکھون کا سرتاسر قصور ہے

پیاری سلیمہ۔ خدا کی قدرت کے کرشمے ہر چیز مین نظر آتے ہین۔ وہ کون سی شے ہے جس مین اُس کا ظہور نہین۔

برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

ذرا اس جگمگاتے ہوئے سورج کو دیکھو۔ اس چمکتے ہوئے چاند پر نظر کرو۔ ان جھلملاتے ہوئے چھوٹے بڑے ستارون پر نگاہ جماؤ۔

اور دل کے کانون سے سُنو۔ کہ یہ سب زبان بن کے کیا کہتے
ہین۔ کہ رہے ہین کہ اے دیکھنے والے ہم پر سرسری نگاہ ڈال کر
ہماری تحقیر نہ کر۔ ہمین روح کی آنکھون سے دیکھ۔ ہم ہین وہ چیز
ہے جو کتابون کے صفحون مین نہین۔ ہماری آب و تاب مین
خدا کی قدرت اور صنعت کا جلوہ دیکھ اور ہمارے فنا ہو جانے
سے ہر چیز کے فانی ہونے کا سبق لے۔ ہم کو دیکھ اور اُس
لازوال وجود پر ایمان اور یقین لا جس کے زبردست ہاتھ ہم کو
اور ہماری سی بیشمار خوشنما اور بہ کار آمد چیزون کو بنانے اور
بگاڑنے پر قادر ہین۔ اے غافل اور فانی ہستی یعنی انسان
نادان نہ بن۔ بصیرت کی آنکھین کھول۔ ذرّہ ذرّہ۔ قطرہ قطرہ۔
صبح اور شام۔ پھول اور پھل۔ غرض ہر شئے تجھ کو فنا کی تعلیم
دے رہی ہے۔ چند روزہ زندگی پر نہ بھول۔ یاد رکھ کہ تجھے بھی
ایک دن فنا ہے۔ اور خوب سمجھ لے کہ۔

سب کے لیے راہ ہے فنا کی   باقی اک ذات ہے خدا کی

(شوق قدوائی)

سلیمہ۔ اگر تم نے غور سے کام لیا ہوتا تو تم کو اس بات پر تعجب نہوتا۔ کہ اماں جان تماشے مین محو ہوئین۔ بلکہ تم خود وہی لطف اٹھاتین جو اماں جان نے بچون کے کھیل سے حاصل کیا۔ میری طرف سے عابدہ کو پیار کر لینا۔ اور اماں جان کے حضور مین تسلیم عرض کرنا۔ فہیم۔ نسیم۔ اور نعیمہ آداب گزار ہین۔

فہیمہ

خط (۲)

برابر والی رشتہ کی بہن کے نام

۱۱-جولائی ۱۹۰۵ء

رقیہ بہن۔

آج چوتھا روز ہے کہ مین برابر تم کو بُلا بُلا بھیجتی ہون۔ مگر تم نہ تو آتی ہی ہو نہ یہ بتاتی ہو کہ کب تک تمھارا انتظار کرون۔ مجھے تم سے ایک ضروری امر مین مشورہ کرنا ہے۔ عالیہ کی نسبت کا معاملہ بھی بغیر تمھاری صلاح کے طے نہین ہوسکتا۔ یا تو خود آؤ۔ یا یہی کہلا بھیجو کہ مجھے فرصت نہین۔ تو ہی آ۔ مین تم کو تکلیف نہ دیتی اور بغیر بلائے خود چلی آتی۔ مگر اُدھر تو عالیہ کئی دن سے اچھی نہین ہے۔ اِدھر میرے پاؤن مین ایک دانہ نکلا تھا وہ پک گیا ہے۔ چلنے پھرنے سے معذور ہون اور کام ایسا ضروری آپڑا ہے جو ٹالے نہین ٹلتا کہ دس پانچ دن انتظار کرون۔

خالہ امّی پرسوں آئی تھین۔ اُن سے معلوم ہوا کہ سنجھلی باجی بھی
بنارس سے آنے والی ہین۔ وہ آجائین گی تو اور بھی تم کو فرصت
نہو گی۔ پھر تو نہ آنے کا کافی بہانا مل جائے گا۔ جس طرح بنے۔
آج نہین تو کل۔ ضرور ضرور دو گھڑی کے واسطے آجاؤ۔ عالیہ
کہتی ہے کہ زبیدہ کو بھی لیتی آئیے گا۔

خبر نہین اُن بنارسی گلبدن کے تھانون کا کیا حشر ہوا۔
جو مین نے تمھارے پاس نہ بھیجے تھے۔ کہ بھائی امداد سے
قیمت ٹھہرا چکا کر مجھے لے دو۔ لے ہے۔ کیا افیون کھانے
لگی ہو۔ پینک مین رہتی ہو۔ ماجرا کیا ہے کہ کسی بات کا ٹھیک
جواب ہی نہین دیتین۔ یاد کرکے وہ تھان بھی لیتی آنا۔ چھوٹی
دولھن اور بھابھی جان میری جان کھا رہی ہین۔ کہ تھان کیا
ہوئے۔ بھائی امداد تو بھلا یہان کیون آنے لگے۔ اُن سے کہو
کہ خود نہ آئین تو افضل ہی کو بھیجدین۔ کیسا دل پتّھر کر لیا ہے کہ

9

ایک شہر مین رہ کر مہینون بھولے سے بھی یاد نہین کرتے -

صابرہ

خط (۳)

ہمجولی کے نام

۱۲ جون سنہ ۱۹۰۹ء

واہ بہن صفیہ

آپ ہی ظلم کرو آپ ہی شکوہ اُلٹا
سچ ہے صاحب روش اُلٹی ہے زمانہ اُلٹا

آپ ہی تو تم حسینہ کی گُڑیا کے بیاہ والے دن مجھ سے لڑ پڑین اور آپ ہی نفیسہ عالیہ اور رابعہ سے میری شکایت کرنے دوڑی گئین بھلا سچ کہو مین نے ایسی کیا بات کہی تھی جس پر تم اس قدر تنک گئین۔ یہی نا کہ جب تمھاری جڑاؤ بالی کھو گئی تب میرے مُنھ سے نکلا کہ اتنے بھیڑ بھڑکّے اور وہ بھی موئی گڑیا کے بیاہ مین تم کو اتنا زیور لادنے کی کیا ضرورت آ پڑی تھی۔ اب بھُگتو۔ بہت سا گہنا لادنے کی یہی سزا ہے۔ اس پر تم نے مجھے نہ معلوم کیا کیا کہا۔ مگر

مین نے بھی کچھ کہا؟ اچھا برا کوئی لفظ زبان سے نکالا؟ ذرا
انصاف کرو کہ کس کا قصور ہے۔ مین نے حصہ بھیجا تم نے پھیر دیا
مین نے خیر صلاح کو ماما بھیجی۔ تم نے اُس سے بات نہ کی۔
اے بات کرنا کیسا۔ بات کا جواب تک نہ دیا۔ وہ اپنا سا مُنھ لے کر
پلٹ آئی۔ لیکن مجھے تو اب بھی نہ تم سے شکایت ہے نہ رنج۔

تم خفا ہم سے ہو ہم تم سے نہین آزردہ
ہم سے ہے رنج تمھین تم سے ہمین رنج نہین

مگر بہن اتنا تو ضرور کہون گی کہ ایسی خفگی اور ایسی ہی مزاج
کی تیزی ہے تو اللہ حافظ ہے مین تو اُلٹی معافی مانگ بھی لون
مگر تم تو بھری بیٹھی ہو۔ کوئی ہنسی کی بات مین یون نہین بگڑ اُٹھتا
میرا اللہ جانتا ہے کہ مین نے تم پر آوازہ نہین کسا تھا۔ بھلا یہ تو سوچو
کہ کبھی اور بھی میری طعنے کی زبان تم پر کھلی تھی۔ یا اُسی دن میرا دماغ
ایک دم سے خراب ہو گیا۔ کہ آپ ہی آپ تم پر آوازے کسنے لگی

جب مین نے تم سے کہا تھا تب کوئی غیر تھا بھی تو نہین - مین -
تم - صالحہ حلیمہ - اور بہن زینب بس یہی پانچ آدمی تھے سب
آپس کے وہی لوگ جو ہمیشہ ہنسی مذاق مین شریک رہا کرتے
ہین - مگر تم تو اُس روز ہوا کے گھوڑے پر سوار تھین - غصے کی پوٹ
باندھ کے ساتھ لائی تھین - مُنھ چھوتے ہی بپھر اُٹھین - گرج کے
برس پڑین - بے خیر جو ہوا سو ہوا - اب معاف کردو - بہنین بہنین
لڑتی نہین ہین آؤ ہنس دو - اندر مل جاؤ -

عبث تم اپنا رکاوٹ سے مُنھ بناتی ہو
وہ لب پہ آئی ہنسی دیکھو مُسکراتی ہو

مفت کی گنہگار

رقیہ بانو

خط (۴)

ہم مین ماموں زاد بہن کے نام

۹ ستمبر ۱۹۰۰ء

صدیقہ بہن

مین تو تم سے عاجز ہون۔ آخر یہ تم کو ہوا کیا ہے۔ کل تڑکے مین نماز اور قرآن شریف سے فراغت کرکے آپ کے حضور مین حاضر ہوئی۔ تو آپ لمبی تانے بے خبر سو رہی تھین۔ عشا کے بعد کھانے پینے اور نماز وظیفے سے فارغ ہو کے آئی تو پھر آپ کو دراز پایا۔ جی تو جل گیا کہ یہ کون بری عادت ہے مگر خیر چپ چاپ چلی آئی۔ آج صبح کو نو بجے کے قریب اتفاقاً ایک کام کے لیئے پھر مین تمھاری طرف نکلی تو کیا کہون کہ کتنا غصّہ آیا۔ ممانی جان نے کہا کہ صدیقہ تو سو رہی ہے۔ جی مین آیا کہ امّی جان سے کہدون۔ وہ اچھّی طرح تمھاری خبر لین۔

ممانی جان بیچاری کا کہنا تو تم مانتی نہین ہو مگر پھر مین نے یہی مناسب خیال کیا کہ پہلے تم کو مطلع کر دون۔ شاید میرے کہنے اور امّی جان کے ڈر سے تم یہ عادت چھوڑ دو۔

تم کو معلوم ہے کہ ہماری امّی جان لڑکیون کے سرِ شام سُو رہنے اور دن چڑھے اُٹھنے پر کس قدر برہم ہوتی ہین۔ کچھ یاد ہے کہ کتنی خفگیان اس کے واسطے اُٹھانی پڑی ہین۔ اور پھر وہی بات بلکہ اُس سے بڑھ کر کہ نماز کلام مجید اور وظیفہ سب موقوف۔ دن سونا رات سونا۔ ایسی نیند بھی کیا کہ انسان خدا کو بھول جائے۔ بھلا سوچو تو سہی کہ تم تو شام سے نیند کی ماتی بن کے بچھونا لو اور ممانیؔ جان گھر کا دھندا دیکھین۔ بچون کو بھلائین کھلائین سویرے اُٹھ کے اُن کا مُنھ دُھلائین۔ ناشتہ کرائین۔ گھر کی صفائی دیکھین۔ کھانا پکوائین۔ ماموں میان کو کھانا کھلوائین۔ چھری کے لیے پان بنائین۔ جب وہ اِن تمام کامون سے فراغت کر لین

توآپ ناک بھون چڑھاتی مُنھ بگاڑتی تو دس بجے پلنگ سے
اُٹھین۔ غرض دین کی نہ دنیا کی۔

مین نہین جانتی بہن تم نے اپنی زندگی کا مقصد کیا قرار
دیا ہے۔ خدا کے کام کی تم نہین۔ ماں کے آرام کی تم نہین۔ باپ
بھائی۔ بہن۔ عزیز اقارب۔ نوکر چاکر۔ کسی کو تمھاری ذات سے
چین ہے؟ کون تم سے خوش ہے؟ صدیقہ بہن مجھے تم سے
اس قدر محبت ہے کہ میرے سامنے جب کوئی تم کو بُرا کہتا ہے
تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھ ہی کو کہا۔ اس لیئے مین تم کو آگاہ
کرنا اپنا فرض سمجھتی ہون۔

بُرا نہ ماننا وہ مثل نہین سنی ہے "کوئی اپنی آنکھ کی پھُلّی خود
نہین دیکھتا ہے" مطلب یہ کہ اپنا عیب خود نہین سوجھتا دوست
کا فرض ہے کہ دوست کی جھوٹی تعریف کرکے اس کو دھوکے
مین نہ ڈالے اور اُس کے عیوب سے اس کو مطلع کرتا رہے۔ عیوب سے

مطلع کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہین ایک وہ جو ہمدردی سے معقولیت سے۔ سچائی اور صفائی سے تنہائی مین سمجھانے کے طور پر کہتے ہین۔ ایسے لوگ دنیا مین زیادہ نہین ہین۔ دوسرے وہ جو علانیہ کہتے اور اعتراض کرتے ہین۔ بُرا کہتے اور بُرا کہلوا کر خوش ہوتے ہین۔

کچھ شک نہین کہ یہ عادت نہایت بُری ہے مگر ہین میرے نزدیک جھوٹی تعریف اور بیہودہ خوشامد کرنے والون سے یہ لوگ ضرور بہتر ہین۔ خوشامدی ہم کو دھوکے مین رکھکر خود پرست اور خوشامد پسند بنا دیتے ہین اور معترض ہم کو اس قسم کے نقصانات نہین پہونچا سکتے بلکہ ہم چاہین تو ان کے اعتراضون سے نفع اُٹھا سکتے ہین تم کہو گی کیونکر۔ سُنو۔ معترضین ہم پر سیکڑون اعتراض کرتے ہین۔ اگر ہم غور کرین تو جہان ان مین سو غلط ہون گے وہان ایک دو سچ بھی نکل آئین گے۔ اب جو وہ صحیح ہین ہم ان کو چھوڑنے کی کوشش کیون نہ کرین۔ اچھا اب مین خط کو ختم کرتی ہون۔

بانو تو اتنا ہی لکھنا بہت ہے۔ نہ بانو تو دفتر سیاہ کرنا بھی فضول۔
مگر مجھے امید ہے کہ ایک بہن اور دوست کی محبت کی بھری
رائے پر تم ضرور کاربند ہوگی۔

آج میں تمھارے گھر نہیں آسکوں گی۔ کیوں کہ کل ہمارے
یہاں عید مولود ہے۔ مجھے آج ہی سب انتظام کرنا ہے اور
مس صاحب بہت سا کام دے گئی ہیں وہ بھی ختم کرنا ہے۔ ظہر کی
نماز پڑھ لوں تو دھندوں میں مصروف ہوں۔ تم آج سہ پہر کو آجاؤ
تو بہتر ہے۔ جی بھی بہلے گا اور میرا کام بھی بٹ جائے گا۔ ماں جان
تو کل صبح سے ضرور ہی آئیں گی۔

تمھاری۔ عقیلہ بانو

خط (۵)

منھ بولی بہن کو

ازالہ آباد - ۹ جنوری ۱۹۰۷ء

بہن روشن آرا

بیٹے کی شادی مبارک۔ مگر مجھے تو تم نے خوب ہی بلایا

بقول امیر۔

ہو چکا عیش کا جلسہ تو مجھے خط بھیجا
آپ کی طرح سے مہمان بلائے کوئی

شادی کی تاریخ مقرر کی اُنیس۔ اور مجھے خط روانہ کیا سولہ کو۔ جو
اٹھارھوین کو شام کے وقت مجھے ملا۔ اگر مین تیار بیٹھی ہوتی اور
اسی وقت سوار ہو جاتی۔ تب بھی کہین بیس کی صبح کو پہونچتی۔
و بہن کچھ مین مہترانی تو ہون نہین۔ کہ جب شادی کے مہمان
گھر میلا کر کے چلے جاتے تو مین جھاڑو پنجہ لے کے صاف کرنے

آتی - تم کو اگر میرا بلانا سچ مچ منظور ہوتا تو دس بارہ روز پہلے خبر
کرتین - یون بھی کوئی کسی کو بلاتا ہے؟ مجھے تو خیر تم سے کیا شکایت
ہو گی - تم میری چھوٹی ہو - اسے وہ چاہے پانچ چھ مہینے ہی سہی -
مگر اس کی مجھے بڑی ندامت ہے کہ تمھارے بہنوئی اور اُن کی
مان بہن سب ہر دم مجھے چڑھاتی ہین - کہ آپ کی گُنیان بہن نے
خوب بلایا - اور مین جھیپ کے رہ جاتی ہون - کچھ کہتے نہین بنتی -
مین تو مین - تمھاری سگی بھاوج حشمت بہو کل کٹڑے مین
ملی تھین - اور اس قدر تمھاری شکایت کرتی تھین کہ کیا کہون -
ایمان کی یہ ہے کہ شکایت حق بجانب ہے - اُن بیچاری
نے برسون مین جوڑ جوڑ کے تمھارے میان کے - تمھارے
اور بچون کے جوڑے بنائے - مُنھ دکھائی کے لیے سونے کے
چھلّے تیار کرائے - دولھا دُلھن کے کپڑے اپنی حیثیت کے
موافق خاصے بھاری سلوائے - ظاہر بات ہے کہ اُن کی آمدنی ہی

کیا ہے۔ بھائی تمھارے پچاس کے نوکر۔ مہنگا سمان۔ ننھے ننھے بچون کا ساتھ۔ برادری کا خرچ۔ وہی بیچاری ہے جو اس آمدنی پر ایسے اُجلے کارخانے سے گذر کرتی ہے۔ شاباش ہے اس کے سلیقے اور کفایت کو۔ خیر تو یہ سب کچھ ٹھیک کر کرا کے اُنھون نے رکھا تھا کہ نند کے لڑکے کی شادی مین خالی ہاتھ نہ جاؤن۔ ورنہ نند کا دل چھوٹا ہوگا۔ اور تم نے یہ قیامت کی کہ مجھے تو خیر خط بھی لکھا۔ مگر بھائی اور بھاوج کو جھوٹے مُنھ بھی نہ پوچھا۔

تمھاری تو اُونگھنے کی عادت ہے بس شادی سے چار دن پہلے چونکی ہوگی۔ پھر اور کیا ہوتا۔ بہن شادی بیاہ ہو یا کوئی کام۔ سلیقہ مند بیبیون کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ مہینون اور برسون پہلے چپکے چپکے سارا انتظام کرتی ہین۔ مہمانون کے نامون کی فہرستین بناتی ہین۔ اُنھین مہینہ بیس دن پہلے خط

بھجواتی ہین - جس کو خط بھیج دیا جائے - اُس کے نام پر فہرست مین صاد کر دیتی ہین کہ ہزار کامون مین کسی کا نام دھیان سے نہ اُتر جائے - جو پھر شکایت ہو -

مگر تمھاری سدا کی یہ عادت ہے کہ پہلے سے خبر نہین ہوتین - وقت پر پُکار مچاتی ہو - آخر اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ آج سب ہی کو تم سے گلے ہین - اور کیون نہون - تم نے برسون پہلے تو ہر ایک کو نیوت رکھا تھا - اور بُلانے کے وقت یہ گُل کھلایا - بہن کیسے کے سو نام نہ کیسے کا ایک نام - اس سے تو یہی بہتر تھا کہ تم کسی کو خبر نہ کرتین جو یہ کہنے کو تو ہوتا کہ بھئی چُپ چُپاتے نکاح کر دیا - کسی کو بُلانا منظور نہ تھا - پہلے سے اتنی ہاہا ہوہو کیون مچا رکھی تھی -

ہم تو ہمیشہ تم کو سمجھایا کیسے کہ بہن اپنی یہ عادت چھوڑو اور جو کام کرنے والی ہو پہلے سے اُس کا سُبیتا کر لیا کرو - مگر تم

سُن کے اس کان سے اُس کان اُڑاتی رہین۔ اور آخر اپنے
اِن ڈھنگون سے خود کو بھی فضیحت کرایا۔ اور ہم کو بھی ہنسوایا۔
اب پچھتائے ہوت ہے کا جب چڑیان چگ گئین کھیت۔
اور کیا لکھون۔ اللہ تم کو نیک توفیق دے۔ چار بچون کی مان
اور ایک بہو کی ساس بن کر تو سمجھ آئے۔

بچون کو پیار کرو۔ دُلھن کو اور احمد حسن کو دعا کہو۔

زینب سلام کہتی ہے۔

امیر النسا

خط (۶)

چچا زاد بہن کو

۲۷ مارچ ۱۹۰۱ء

اچھی آپا جان

کل میری گڑیا کا بیاہ ہے۔ آپ بھی آئیے اور حلیمہ کو بھی لیتی آئیے۔ حلیمہ آجائین گی تو ذرا میرا ہاتھ بٹ جائے گا۔ بہت سے مہمان آنے والے ہین۔ دولھا والے کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ نہین تو مین چپ چپاتے شرعی نکاح کر دیتی اور ولیمے کی دعوت مین سب کو بلاتی۔ مگر وہ لوگ رنجیدہ ہونے لگے اور بولے کہ ہمارا اللہ آمین کا ایک ہی بچہ ہے۔ ہم تو دل کا حوصلہ نکال کے رہین گے۔ مجبور ہو کے مجھے بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑا۔ اُن لوگون کا رنجیدہ کرنا تو گوارا نہوا۔

حلیمہ سے کہیے گا کہ واہ بیوی تم نے خوب دھوکے دیے ہین

رکھا۔ جہیز کے چار جوڑے جو تم مسالہ ٹانکنے کو لے گئی تھین وہ
اب تک نہ بھیجے۔ مجھے بہتیرے کامون مین اتنی فرصت نہین
کہ اُن کو علیحدہ خط لکھون۔

میری آپا جان ضرور میرا پیام اُن کو پہونچا دیجیے۔ اور
آج ہی سہ پہر تک اُن کو لے کے آپ آجائیے۔ دولھا بھائی
کو کل بلاؤن گی۔ آج تو صرف عورتون کا بُلاوا ہے۔

حسینہ

خط (۷)

بڑے بھائی کو

لاہور۔ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

پیارے بھائی صاحب آداب عرض کرتی ہون۔

آپ کا خط ۲۸ ستمبر کا لکھا ہوا آج ۶۔ اکتوبر کو مجھے لاہور مین ملا۔ لفافے پر مراد آباد کا پتہ لکھ دیا تھا۔ مین آپ کو لکھ چکی تھی۔ مگر شاید اُس وقت خیال سے یہ بات اُتر گئی کہ مین بھی ۱۹۔ ستمبر کو ابّا جان کے ساتھ لاہور کا ارادہ کیے ہوئے ہون۔ لکھنؤ کی چکین کے دو تھان جو پچھلے ہفتے آپ نے بھیجے تھے اُن مین تیپچی کا مجھے پسند نہین ہوا۔ البتہ مُرّی کا اچھا تھا۔ وہی یہان چھن گیا۔ آپا جان للچا اُٹھین تو مجھے دینا ہی پڑا۔ جب آپ آئین تو ویسا ہی ایک تھان اور لیتے آئین۔

یہان پہونچ کے راہ کی تکان سے خالہ امان کی طبیعت

کچھ بے لطف ہو گئی تھی۔ اب اچھی ہین۔ امّی جان کچھ تو ان کے
علاج مین مصروف رہین۔ اور کچھ ملنے والون مین گھر گئین۔
ابھی تک بیبیان آتی جاتی رہتی ہین۔ ابّا جان بنک مین پرامیسری
نوٹون کی خرید فروخت کے اُلجھیڑون سے فرصت نہ پا سکے ان
وجہون سے ابھی مجھے سیر کا پورا موقع نہین ملا۔ کل سب کے
ساتھ مین نے صرف مسجد دیکھی تھی دہلی کی سی تو نہین۔ مگر اچھی
ہے۔ آج صبح کو شالامار دیکھا۔ خالہ امان پہلے دیکھ چکی تھین۔ وہ
آج نہین گئین۔ مین پچھلے سال کشمیر کا شالامار باغ دیکھ آئی تھی۔
دونون کی شکلین کچھ ملتی جلتی ہین تھوڑا سا فرق ہے یہان کئی تختے
ہین اور ہر تختہ ایک دوسرے سے نیچا ہے۔ پھر کچھ آراستہ بھی
ہے۔ کشمیر کا باغ تو ایسا اُجڑا پڑا ہے کہ کہنے کو باغ ہے اور
دیکھنے کو جنگل۔ مگر وہان کے شالامار کو قدرت نے جو حسن دیا ہے
وہ اسے کہان میسر۔ سبزے سے لہلہاتے ہوئے زمرد کے سے

پہاڑ۔ چنار کے بڑے بڑے درخت۔ برفستانی جھرنے۔ کوہستانی چشمے اور مختلف رنگون کے خودرو پھول یہان کہان۔

اس وقت دن کے تین بجے ہین اور چار بجے کچھ خاتونین آنے والی ہین۔ مین نے خانہ باغ مین گارڈن پارٹی کا انتظام کیا ہے اس سبب سے خط کو ختم کرتی ہون۔ پھر دوسرے خط مین اور حالات لکھون گی۔ بھائی جان سے میری تسلیم کہہ دیجیے گا ابّا جان۔ امّی جان اور خالہ امّان نے سب کو دعا کہی ہے۔

آپ کی کنیز فاطمہ

خط (۸)

بڑے بھائی کو

لاہور - ۹ - اکتوبر ۱۹۰۹ء

پیارے بھائی جان   بندگی عرض

بھائی صاحب کو جو خط لکھا ہے اس مین لاہور کے
شالامارباغ کی مختصر کیفیت لکھ چکی ہون - کل ہم جہانگیر کا مقبرہ
دیکھنے گئے تھے - مقبرے کی خوبصورتی - نفاست نزاکت
کس کس بات کی تعریف کرون - ان سب پر طرّہ اُس کا استحکام
ہے - وہ کیسے کاریگر تھے جنھون نے اس کو بنایا اور کتنے
باہمت اور نازک خیال تھے وہ لوگ جنھون نے بنوایا - آج
بہت سے لوگ اُن کا نام بھی نہین جانتے لیکن دردمند دلون
مین اُن کی یاد ہمیشہ رہے گی - آہ اُس مین کس کا جسم ہے -
ہندوستان کے عظیم الشان بادشاہ - شاہجہان کے باپ

اور اکبر کے سے مدبر شہنشاہ کے بیٹے نورالدین محمد جہانگیر کا۔ جس نے ایک اشارہ مین سیکڑون کو صاحب تاج و نگین کر دیا ہوگا وہ آج تخت و تاج اور فاتحہ کو بھی محتاج ہے۔

فاعتبروا یااولی الابصار۔

یہان سے کچھ فاصلہ پر شاہ درے کے قریب نورجہان بیگم کے مقبرے کا ٹوٹا پھوٹا برج نظر آرہا ہے ریل کی سڑک کو طے کرتے اور جھاڑیون جھنکاریون مین اُلجھتے ہوئے اُس مشہور زمانہ ملکہ کی قبر دیکھنے کو بھی پہونچے۔ اُف نہ پوچھیے کہ قبر دیکھ کر دل پر کیا گذر گئی۔ وہ نازپروردہ۔ نازک دماغ اور نازنین ملکہ اس ٹوٹے سے کھنڈرا اور اُجڑے مقام پر ہزارون من مٹی کے ڈھیر کے نیچے دبی پڑی ہے۔ گنبد کی شکستہ دیوارون پر کوئلے سے کسی نے لکھ دیا ہے۔

برمزارِ ما غریبان نے چراغے نے گلے

نے پر پروانہ آید نے صدائے بُلبلے

اس گنبد مین تین قبرین ہین - تینون ٹوٹی پھوٹی جن پر لوح مزار تک باقی نہین - خبر نہین ان مین سے کون اُس عالی جاہ ملکہ کا مسکن ہے - میری تو یہ حالت ہو گئی کہ بید کی طرح کانپتی تھی اور رو رو کے فاتحہ پڑھتی جاتی تھی -

ہمارے ساتھ ایک میم صاحب بھی تھین - مجھے روتا دیکھ کر پوچھنے لگین - ٹم کیون روٹا ہے - اس کبر مین ٹمارا کون ہے - جواب تو نہایت اچھا ممکن تھا - لیکن کچھ سوچ سمجھ کے مین نے اتنا ہی کہنے پر اکتفا کی کہ اس سے زیادہ آپ کو مین کیا بتاؤن کہ اس مین ہماری مٹی ہوئی عظمت اور شوکت کی یادگار یعنی ہندوستان کی مشہور ملکہ دفن ہے - اور اس قبر کو دیکھ کر ہمین اپنا پچھلا وقت یاد آرہا ہے اُسی کے ساتھ یہ بھی خیال ہے کہ ایک دن ہمارے واسطے بھی یہی زمین اور

یہی مٹی کا ڈھیر ہے۔ وہ تو ملکہ تھی اس وجہ سے ٹوٹا پھوٹا ہی سہی مگر کچھ نشان تو باقی ہے۔ ہم جو اتنا اکڑتے اور غرور کرتے ہیں تو کس برتے پر۔ ہمارا نام و نشان تو چند روز بھی قائم رہنے والا نہیں ہے۔ زیب النسا کی قبر بہت تلاش کی کہیں پتہ نہ چلا۔ دو بجے کے قریب گھر واپس آئے۔

امید ہے کہ آپ اور بھائی صاحب بخیریت ہوں گے میری طرف سے چچا میاں کو تسلیم کہہ دیجیے گا۔

آپ کی

فاطمہ

خط (۹)

چھوٹی بہن کو

از علی گڈھ ۱۳- اکتوبر ۱۹۰۹ء

میری پیاری بہن

تمھارا خط ملا تھا- جواب مین کسی قدر دیر ہو گئی- اس لیے کہ ہمارے یہان جلال بے آئے ہوئے تھے- جو بمبئی کے ترکی کانسل جنرل ہین- ہم لوگون نے اُن کی بڑی خاطرین کین- اور سچ پوچھو تو پھر بھی جتنا حوصلہ تھا- اُتنی نہ کر سکے ماسٹرون کی تاکید تھی کہ بہت جوش نہ ظاہر کیا جائے-

تم نے تو خوب سیر کی- ہم کو اتنا موقع ابھی کہان ہے کہ سیر سپاٹے مین وقت گزارین- ہماری سیرین تو کتابون تک محدود ہین- ہان انشاءاللہ طالب علمی کا زمانہ ختم ہونے پر ابّا جان سے اجازت لے کے ہم بھی کچھ دنون سیر کرین گے- تاکہ

تفریح بھی ہوا ور تجربہ بھی۔ اور تم کو بھی اگر ابّا صاحب اور امی جان کی اجازت ہوئی تو ساتھ لے چلین گے۔ تمھارے بغیر تو ہم دونون بھائی جنت مین بھی خوش نہین رہ سکتے۔

وہ ہم نہین جو کرین سیر بوستان تنہا
بہشت ہو تو نہ مُنھ سے کہے باغبان تنہا

ایسی ہی تم سے بھی امید ہے۔

پچھلے ہفتے خط کے ساتھ مین نے ایک کتاب "لاثانی اُستانی" تم کو بھیجی تھی۔ تم نے اُس کی رسید نہین لکھی کیا نہین پہونچی۔ بڑی عمدہ اور تمھارے لیے نہایت ہی مفید کتاب ہے۔ غلطی سے خط اور کتاب دونون چیزین مین نے مرادآباد بھیج دی تھین۔ شاید کتاب عائشہ بہن نے رکھ لی ہو۔ دریافت کرو۔ خدا کرے کھوئی نہو۔ تم اُسے ضرور غور سے پڑھنا۔ ایشیا کا نقشہ اور اُردو کی تفسیر چڑھا ہوا قرآن مجید

بھی جلد بھیجوں گا۔

تھوڑا سا آم کا مربہ تو بنا کر بھیج دو۔ بہت دنوں سے
تمہارے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے کو نہیں ملے
منہ پھیکا ہو رہا ہے۔ اور ہاں وہ ویسکوٹ کیا ہوئی جو تم میرے
لیے بنا رہی تھیں۔ صغیر احمد کو سوئیٹر تو مل گیا۔ مگر مجھے اب تک
اُس کا انتظار ہی ہے۔ وہ مجھ کو بہت پسند ہے جلد تیّار
کر کے بھیج دو۔

ابّا صاحب اور امّی جان کو آداب کہو۔

علی احمد

خط (۱۰)

بہ چھوٹی بہن کو

از علی گڈھ - ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۹ء

پیاری بہن

تمھاری محبت کا شکریہ کہ تم نے لاہور کے حالات ہم دونوں بھائیوں کو لکھ کر گویا ہم کو بھی سیر مین شریک کر لیا - خدا نے چاہا تو آیندہ سال چھٹّیون کے زمانے مین ہم لوگ تمھارے ساتھ کشمیر چلین گے - واپسی مین لاہور کی اچھی طرح سیر ہو گی - اور ہم زیب النسا کا مزار بھی تم کو دکھلا دین گے جو لاہور سے تھوڑے فاصلے پر ہے - ہمارے امتحانون کا نتیجہ تم کو معلوم ہی ہوا ہو گا - بھائی صاحب نوین درجے مین گئے اور مین آٹھوین مین آیا - اللہ نے تمھاری دعائین قبول کر لین اور کیون نہ کرتا - جو دعا دل سے کی جاتی ہے اور سچے اعتقاد

کے ساتھ وہ ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔

تم نے یہ نہ لکھا کہ امّی جان کا مزاج کیسا ہے۔ ہم لوگ اُن کی خیریت معلوم کرنے کو بے چین رہتے ہیں۔ اُن کی کیفیت ہر خط میں مفصل لکھا کرو۔ حضور ابّا کے شفقت نامے آتے رہتے ہیں اُن سے سب اعزا کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں۔ ہماری طرف سے امّی جان کے حضور میں آداب عرض کرنا اور خیریت کہہ دینا۔

ابّا صاحب تو یقین ہے کہ دہلی تشریف لے گئے ہوں گے اور واپسی میں حسب وعدہ اپنے کالج کے دوستوں سے ملنے ضرور آئیں گے۔ بھائی صاحب تم کو دعا کہتے ہیں۔

تمہارا بھائی

صغیر احمد

خط (۱۱)

بڑے بھائی کو

از لاہور - ۲۰ - اکتوبر ۱۹۰۹ء

میرے پیارے بھائی صاحب تسلیم

آج مین آپ کو ایک لمبا چوڑا خط لکھنے والی ہون جس مین نہ لاہور کا ذکر ہے نہ شالا مار کا - یہ خط کہین کل تک ختم ہوگا - اتنی فرصت ہی مجھے نہین ہے کہ دو تین گھنٹے جم کے اسے آج ہی پورا کرون - جو بات مین لکھنے والی ہون اُسے آپ بھی شاید اُسی قدر پسند کرین گے - جس قدر مین پسند کرتی ہون - یہ مضمون اور یہ قصہ آج مین نے ایک کتاب مین پڑھا ہے - اور میرے دل پر اس کا بہت اثر ہوا ہے - آئیے ہم اور آپ دونون مِل کے ایسی کوشش کرین کہ نیک نام ہون - اور وہی پھل پائین جو اُس لڑکے کو ملا -

جس کا قصّہ مین آگے لکھون گی۔ اس قصے سے پیشتر ایک
مصرع لکھتی ہون۔ ہماری امّی جان اکثر ہم کو یہ مصرع سُنا کر
اس کے معنی اور مطلب سمجھایا کرتی ہین لیکن آج اس مضمون
نے اس مصرع کے معنی بالکل حل کر دیے۔ مصرع یہ ہے۔

کمند کوشش لگا کے تارے سپہر رفعت کے توڑ لاؤ

اچھا اب مضمون اور قصہ ملاحظہ فرمائیے۔

پھر کوشش کرو۔ پھر کوشش کرو

ذہن اور حافظہ دماغی قوتین ہین۔ بعضے دماغ قدرت نے
ایسے بنائے ہین کہ اُن مین یہ قوتین تیز ہوتی ہین۔ اور بعض
مین مدھم۔ ذہن اور حافظے کی خوبی ایک خدا داد نعمت ہے
مگر جب تک انسان اس نعمت کا شکر ادا نہین کرتا۔ اس سے
فائدہ حاصل نہین کر سکتا۔ اِس کا شکر محنت اور کوشش ہے۔
دیکھو ایک چالاک گھوڑا ایک میل کا سفر بھی طے نہین کرتا۔

جب تک تھان پر بندھا ہے۔ ایک عمدہ پرُزون کی گھڑی
کبھی وقت نہین بتاتی جب تک کوکی نہین جاتی۔ کشتی ہرگز دریا کے
کنارے نہین پہونچتی۔ جب تک اپنے مقام سے حرکت نہین
کرتی۔ یہی حال ذہن اور حافظے کا ہے۔ وہ کیسا ہی اچھا ہو۔ مگر
بدون کوشش اور محنت کے کچھ سُود مند نہین۔ ایک معمولی
ذہن اور حافظے کا آدمی۔ اگر پورے طور پر کوشش کیے جائے
تو وہ ترقی کی ڈور مین اچھے ذہن اور حافظے والون سے پیچھے
نہین رہتا جو محنت ہی کو راحت سمجھتے ہین اور کام کی دھن مین
لگے رہتے ہین۔ وہ کیسے ہی غبی ہون پھر بھی بازی جیت لیتے ہین۔
قصہ ہے کہ کسی قصبے کے مدرسے مین ایک لڑکا تھا
نہایت غبی۔ بے حد کُند ذہن۔ اُس کو آموختہ کبھی یاد نہین
رہتا تھا۔ وہ عادت خصلت کا بُرا نہ تھا۔ البتہ اپنے ذہن اور
حافظے کی کمی کو پورا کرنے کا طریقہ نہین جانتا تھا۔ اس سے وہ

نہایت رنجیدہ اور بے دل رہتا تھا۔ شاید ہی کوئی روز ایسا ہوتا
کہ اُس کو اُستاد کی ناراضی پر شرمندہ ہونا نہ پڑتا ہو۔ یہ ایک ایسی
ذلّت تھی۔ کہ وہ ہمیشہ اپنے ہم جماعت لڑکون سے چھپتا۔ یہانتک
کہ اُس کو کھیل کے گھنٹون مین بھی اور لڑکون کی سی خوشی
نصیب نہ ہوتی تھی۔ روز بہ روز اُس کی نااُمیدی بڑھتی
جاتی تھی۔ اور وہ اکثر یہ خیال کرتا تھا کہ غالباً خدا نے مجھ کو
لکھنے پڑھنے کے واسطے نہین پیدا کیا ہے۔

ایک روز صبح سویرے مکتب مین حاضر ہوا۔ اگرچہ
یہ صبح اُس کے حق مین سب سے زیادہ ہولناک تھی۔ مگر خدا کی
مرضی یہ تھی کہ یہی صبح اُس کی خوش نصیبی کی پہلی صبح ہو۔ آج
اُس کو آموختہ بالکل یاد نہ تھا۔ اُستاد نے جتنے سوال کیے
اُن مین سے ایک کا جواب بھی نہ دے سکا۔ اُستاد نے
معمول سے زیادہ غیرت دلائی۔ اور صاف کہہ دیا کہ اگر تم خوب

کوشش نہ کروگے تو مجھ کو اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں کسی کام کے
قابل نہ ہوگے۔

وہ لڑکا یہ باتیں سُن کر نہایت غم زدہ ایک طرف
جا بیٹھا۔ اور اوپری دل سے اُسی بھولے ہوئے سبق کو
پھر دیکھنے لگا۔ چونکہ اُس کے دل کو سخت صدمہ تھا۔ اور
تمام بدن پسینے پسینے ہو رہا تھا نہایت مایوس ہو کر اپنے
ہم سبق سے جو قریب بیٹھا تھا۔ چُپکے چُپکے کہنے لگا۔ کیا کوشش
کروں مجھ کو تو یاد ہی نہیں رہتا۔ شاید پڑھنا میری تقدیر میں
نہیں ہے۔ اُس کے ہم سبق نے کہا۔ بھائی یاد نہیں رہتا
تو کیا ہے کوشش کرو اور پھر کوشش کرو۔ مگر خدا کے واسطے
ہمت نہ ہارو۔ لڑکے نے جواب دیا۔ بھائی میری تو ساری
کوشش اکارت جاتی ہے۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ
نہیں کہ پڑھنا چھوڑ دوں۔ اُس کے نیک دل ہم سبق نے پھر

نرمی اور مہربانی سے کہا۔ اے عزیز جو ہو سو ہو۔ ایک دفعہ

تو اور ہمّت باندھ کر کوشش کرو۔

اگرچہ اُس غبی لڑکے کا دل ٹوٹ گیا تھا مگر مہربان

ہم نشین کی صدا نے کہ پھر کوشش کرو اس کی ہمت بڑھا دی

اور پھر مستعد ہوا۔ رفتہ رفتہ اُس نے معلوم کیا کہ الفاظ اور فقرے

ذہن نشین ہونے لگے۔ اور تھوڑی دیر مین سارا سبق ازبر

کر لیا۔ اور اس کامیابی سے ایسا بشاش ہوا کہ گویا اُس نے

بڑا خزانہ پا لیا۔ اُس کو زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ مین آیندہ

بھی ہر ایک سبق اسی طرح جی لگا کر کوشش کرون گا تو یاد

کر سکون گا۔ اب وہ جلدی سے اُٹھا۔ اور ادب سے اُستاد

کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا " جناب مین چاہتا ہون

کہ میرا سبق پھر سُن لیجیے۔

اُستاد۔ تم کس برتے پر درخواست کرتے ہو۔

آدھا گھنٹا بھی تو نہین گذرا کہ تم ایک لفظ بھی نہین سُنا سکے تھے

لڑکا۔ بے شک جناب اُس وقت مجھ کو یاد نہ تھا مگر
اب خدا کے فضل سے مین سب سُنا سکتا ہون "

اُستاد۔ "خیر سُناؤ"

لڑکے نے تمام سبق فرفر سنا دیا۔ سب یاد تھا۔ نہ کہین
بھولا نہ رُکا۔ اُستاد نے بہت خوشی ظاہر کی۔ اور کہا کہ اگر تم
اسی طرح آیندہ بھی کوشش کروگے تو مین امید کرتا ہون کہ
تم ایک لایق طالب علم بن جاؤگے۔ پھر تو اُس کا یہ حال
ہو گیا کہ مدرسے مین کوئی لڑکا اُس سے اچھا سبق یاد
کرنے والا نہ تھا "

بھائی صاحب اب یہ قصہ تمام ہوا اور مین یقین کرتی
ہون کہ اس کا اثر جتنا مجھ پر ہوا ہے اُتنا ہی آپ پر بھی ہوگا
مین تو گھر کے کامون مین بھی مصروف رہتی ہون۔ آپ کو

البتہ کوشش کا پورا موقع ہے۔ اس لیے کہ سوا اسکول کی زندگی کے اور آپ کو کوئی مشغلہ نہیں ہے۔ میں ایک بار پھر وہ مصرع آپ کو یاد دلاتی ہوں۔

کمند کوشش لگا کے تارے سپہر رفعت کے توڑ لاؤ

آپ کی جان نثار بہن

فاطمہ

خط (۱۲)

بہ چچازاد بہن کو

از بمبئی ۲۳- مارچ ۱۹۱۰ء

پیاری انجم

معلوم ہوا کہ تمھارا ہاتھ پک گیا ہے- تردد ہے-
آخر کیون کر پک گیا- کچھ ڈلی کترنے مین کاٹ لیا ہوگا- برسات
تو ہے ہی- پک جانے پر تعجب کیا- انجمن آرا- تم پان کھانے
کی عادت چھوڑ دو تو کیا اچھا ہو- اگر میرا خیال صحیح ہے اور ڈلی
کترنے سے اُنگلی کٹی ہے تو یقین مانو یہ اس کی سزا ہے کہ تم
چچی امان کے منع کرنے پر بھی پان کھاتی اور پان کے شوق
مین اکثر اوقات بیٹھی ڈلی کترا کرتی ہو- بیوی بہت پان کھانے
کی خو بڑون کے لیے بھی اچھی نہین- دانتون کی خرابی کے
علاوہ بہت سے نقصانون کا سبق مین تم کو پڑھا چکی ہون شاید

بھول گئین۔ لڑکیون کے لیے تو یہ شوق اور بھی بُرا ہے۔ نرم زبان موٹی پڑ جاتی ہے۔ لڑکیون کا مُنھ بغیر پان کھائے بھولا بھولا صاف صاف اچھا معلوم ہوتا ہے۔

مین نے کبھی پان نہین کھایا۔ چچی امان کبھی کہتی بھی تھین کہ بیٹی کھانے کے بعد پان کھا لیا کرو۔ مُنھ صاف ہو جاتا ہے۔ تو مین اُن کے کہنے سے چکنی ڈلی۔ یا الائچی کھا لیتی تھی اب البتہ پان کھانے لگی ہون۔ مگر وہ بھی اس طرح کہ دن مین تین چار مرتبہ۔ اور نہون تو کچھ پروا نہین۔ میرے گھر مین پاندان کا خرچ گویا کچھ ہے ہی نہین۔ ہان آنے جانے والون اور مہمانون کے واسطے پاندان ضرور سجا رہتا ہے۔ میری پیاری بہن۔ دیکھو تم بھی پان چھوڑ دو۔ اور یہ سمجھو کہ مونگے سے موتی زیادہ قیمتی ہوتے ہین۔

تم نے پچھلے خط مین مجھ سے دو شعرون کا مطلب

پوچھا تھا۔ اُس دن فرصت نہ تھی۔ آج ایک کا مطلب لکھتی
ہون۔ دوسرا نجھے یاد نہین رہا۔

شیخ جی صاحب فرشتہ ہون تو ہون
آدمی ہونا بہت دشوار ہے

شاعر کہتا ہے کہ شیخ صاحب مین تمام صفتین فرشتون
کی ہین تو ہوا کرین۔ آدمیت تو اُن مین نہین ہے۔ انسان جو
اشرف المخلوقات کہلاتا ہے تو اس لیے کہ اُس نے وہ بوجھ
اُٹھایا ہے جو فرشتون سے نہ اُٹھ سکا۔ یعنی دین اور دُنیا
دونون کو نباہنا۔ ظاہر ہے کہ اگر محض عبادت ہی کی ضرورت
ہوتی تو فرشتے کافی تھے انسان کی حاجت نہ تھی۔ اور اگر دُنیا
مین رہ کر صرف اپنا اور اپنے بال بچون کا پیٹ پالنا ہی سکھانا
مقصود ہوتا تو یہ غرض جانورون سے بھی پوری ہو سکتی تھی۔
مگر خدا کو اپنی قدرت کا کمال دکھانا تھا کہ اُس نے آدمی کو

پیدا کرکے اُسے اس قدر عقل اور قوت عطا کی کہ دنیا کے تمام
کاروبار پورے طور سے انجام دینے کے ساتھ ہی خدا کی
محبت بھی دل مین یون چُھپی رکھے جیسے پتھر مین آگ۔ اور باوجود
ہزارون فکرون کے دنیا کے فانی ہونے کا یقین رکھ کر
پیدا کرنے والے سے غافل نہو۔ دنیا مین اُنجھے بھی اور الگ
بھی رہے۔ مطلب یہ ہے کہ سارے کام دنیا کے یون
انجام دے کہ جیسے ہمیشہ دنیا مین رہنا ہے۔ یعنی بڑے
اطمینان۔ توجہ۔ اور انتظام کے ساتھ۔ اور دین کے کامون
مین اس طرح دھیان لگائے کہ گویا آج ہی مرنا ہے۔ یعنی
یہ سمجھے کہ جتنا وقت خدا کے کام مین گزر جائے وہی بہتر اور
غنیمت ہے۔

یہ سمجھتا رہے کہ دنیا ہمارے واسطے ہے مگر ہم خدا
کے کام کے واسطے۔ اور دنیا کا ہر ایک کام یہی سمجھ کر کرے

کہ یہ بھی ہمارا ایک انسانی فرض ہے اور فرض پورا کرنا گویا عبادت ہی ہے۔ جو لوگ دنیا کو چھوڑ کر خدا کی عبادت کرتے ہین۔ اُن سے وہ لوگ ضرور بہتر ہین جو دنیا کو لیے ہوئے خدا کی بندگی سے غفلت نہین کرتے۔ مگر ظاہر ہے کہ اس بارِ عظیم کو برداشت کرنے والے سب لوگ نہین ہوتے۔

اسی لیے شاعر کہتا ہے کہ "آدمی ہونا دشوار ہے" جو لوگ دنیا کو ٹھوکر مار کے خدا کی یاد مین مصروف رہتے ہین۔ اُن کی مثال فرشتون سے دی ہے۔ اور جو لوگ دین اور دنیا دونون کو اُسی طرح سنبھالتے ہین جس طرح انسان کے پیدا کرنے سے خدا کا منشا تھا۔ اُن کو کہنا چاہیے کہ آدمیت کا جامہ اُن پر ٹھیک اُترا۔

آدمیت کا معنوی پہلو شاعرون نے یہ بھی رکھا ہے

کہ خوبیان۔ نیکیان۔ اخلاق۔ سب صفتین جمع ہون تو اس شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ شیخ صاحب چاہین اپنی عبادت کی نخوت سے اپنے کو فرشتہ سمجھین مگر وہ صفتین جو آدمیت کے لیے درکار ہین اُن مین نہین ہین۔ فرشتہ ہونے کو تم اصل فرشتے کو خیال نہ کرو۔ شاعر نے شیخ پر ایک طنز کی ہے۔ شاعر کبھی اپنا مشرب رندانہ ظاہر کرتا ہے۔ اور اس مشرب کے ساتھ شیخ سے چڑھا رہتا ہے۔ یہ شعر بھی اسی مشرب کے ساتھ ہے اب تو تم اس کا مطلب سمجھ جاؤ گی۔

چچی امان اور چچا صاحب کی خدمت مین میری طرف سے آداب کہنا اور جلد پھر لکھنا کہ اب ہاتھ کیسا ہے۔ تمھارے دولھا بھائی آج صبح کلکتے گئے ہین۔ مین نے موزے بنانے کی مشین لانے کے واسطے

۵۱

اُن سے کم تو دیا ہے جو بھول نہ جائیں۔ اور تمھارا

گھڑی کے لیے بھی روپے دیدیے ہیں۔

بچے تسلیم کہتے ہیں۔

عفت آرا

خط (۱۳)

چچازاد بہن کو

بمبئی - ۲۲ - اگست ۱۹۱۰ء

پیاری انجمن آرا   اللہ تم کو خوش رکھے

تمھارا خط پہونچا۔ چچا صاحب کی ترقی سے مین بہت خوش ہوئی۔ میرے لیے جو چوڑیان چچی امان نے بھیجی ہین وہ مجھے بہت پسند ہین۔ لیکن مین پہننے نہین پاتی۔ سعدیہ دیکھ کے للچا اُٹھی۔ جب پہننے کو نکالتی ہون تب یہ ٹھنکتی ہے کہتی ہے کہ مجھے بھی ایسی ہی پہنائیے۔ اس کے لیے بھی بھیجو تب کہین مین پہن سکون۔ صالحہ اور سعدیہ کا ہاتھ برابر سمجھو۔ ہے تو یہ پانچ ہی برس کی۔ مگر ماشاءاللہ ڈیل ڈول اور سمجھ آٹھ نو برس والون کی سی ہے۔ تُتلی زبان قینچی سی چلتی ہے۔ باتون مین اپنی سے دونی کے کان کاٹ لے۔ گڑیا

جو تم نے بھیجی ہے اُس کے بڑے دُلار ہین۔ ہر وقت بغل مین دبی رہتی ہے۔ ایک ایک کو دکھائی جاتی ہے اِترا اِترا کے کہتی ہے۔ "دیتھو یہ دُڑیا ہمین تھالہ جنیان نے بھیجی ہے" (دیکھو یہ گڑیا ہمین خالہ جنیان نے بھیجی ہے) رات کو پاس سُلا کے مُنھ اندھیرے جگائی جاتی ہے۔ آج صبح ضد کیے ہوئے تھی کہ مین تو اسے وضو کراؤن گی۔ بہت سمجھائے بُجھائے پانی سے بچی رہی۔ لیکن نماز پڑھائی گئی۔ اور قرآن شریف کا سبق اُس کو دیا گیا۔ ایک بڑا فائدہ یہ ضرور ہوا کہ گڑیا کے پڑھانے مین سعدیہ اپنا سبق خوب یاد کر لیتی ہے۔

تم نے جس شعر کا مطلب پوچھا تھا وہ میرے دھیان سے اُتر گیا۔ یہ اچھا ہوا کہ اُسے سلمیٰ نے یاد کر لیا تھا۔ آج مجھے خط ڈھونڈھتے دیکھا تو پوچھا کہ آپ کیون ڈھونڈھتی ہین۔

مین نے کہا اُس مین ایک شعر لکھا ہوا تھا۔ اُس نے پڑھکر
پوچھا کہ کیا یہی۔

حُسن سیرت گر نہ ہو تو حُسن صورت کچھ نہین
ہم کو ایسی عارضی شے کی ضرورت کچھ نہین
(شوق قدوائی)

تم نے لکھا ہے کہ "حُسن سیرت اور حسن صورت دونون
کا فرق مجھے سمجھا دیجیے" حُسن سیرت طبیعت کی خوبی کو کہتے
ہین۔ جس مین وہ تمام بھلائیان داخل ہین جو آدمی مین پائی
جائین۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو کبھی زوال نہین۔ یہ
ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو دنیا مین عزیز بنا دیتی ہے
مین نے اوپر بیان کیا ہے کہ حُسن سیرت مین تمام بھلائیان
داخل ہین۔ تو اب تم یون سمجھو کہ کوئی نیکی چاہے وہ کسی انسان
کے ساتھ ہو چاہے حیوان کے ساتھ۔ اخلاقی ہو یا تمدنی
حسن سیرت مین شمار کی جائے گی۔ اور اسی کی بدولت انسان

چاہے مٹ جائے۔ خاک مین مل جائے۔ مگر اس کی وہ
نیکیان جو حسن سیرت کی بدولت ظاہر ہوئی ہین۔ ہمیشہ اُس کے
نام کو بھلائی کے ساتھ زندہ رکھتی ہین۔ دیکھو بہت سے
کنوئین۔ مہمان سرائین اور عبادت گاہین سب حسن سیرت
کے نتیجے ہین۔ روزمرہ کے برتاؤ مین حسن سیرت سے انسان
دوسرون کے دلون مین جگہ کرلیتا ہے۔ دیکھو۔ نیکی۔ احسان
خوش اخلاقی۔ یہ سب صفتین حسن سیرت مین شمار کی جاتی
ہین۔ اور یہی عادتین ایسی ہین جن سے محبت بڑھتی ہے
میل جول مین لطف رہتا ہے۔ اور جن لوگون سے سروکار
رہتا ہے وہ غیر بھی ہون تو عزیز بن جاتے ہین۔

حسن سیرت کی بہترین اور اعلیٰ ترین مثال ہمارے
ہادی برحق۔ رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔
حسن سیرت ہی سے دنیا مین اُن کا شہرہ ہوا اور ایسا ہوا کہ

آج تیرہ سو برس بعد بھی مسلمان ہی نہین۔ اکثر غیر قوم والے ان کے شیدائی ہین۔

جس کو کامل انسان بننا ہوا ور جو نیکنامی کے ساتھ دنیا مین رہنا اور دنیا سے جانا چاہے۔ اُس کو چاہیے کہ اپنی سیرت یعنی عادتون کی درستی کو سب باتون پر مقدم رکھے۔ لوگون سے ہمدردی کرے۔ غریبون پر ترس کھائے۔ بڑون کا ادب چھوٹون کا لحاظ کرے۔ جس سے ملے اُس سے تواضع کے ساتھ پیش آئے۔ جھوٹ نہ بولے۔ غیبت سے بچے۔ میٹھی زبان سے بات چیت کرے۔ خدا سے ڈرے۔ ایک خدا کا ڈر ہزار نیکیون کی جڑ ہے۔ غرض اچھی باتین اختیار کرے۔ بُری چال ڈھال سے دور رہے۔ جب یہ خوبیان آدمی مین آجائین گی۔ تب وہ حسن سیرت کا مالک ہوجائے گا۔

حسن صورت خوب صورتی کو کہتے ہین۔ دیکھو صورت

اچھی ہوئی اور ڈھنگ بُرے ہوئے تو آنکھین دیکھ کے خوش
ہون مگر دل اُس سے مِل کے کبھی خوش نہ ہوگا۔ لوگ بُرا
کہین گے بُرا سمجھین گے اور اُس سے دُور بھاگین گے۔ وہ تو
انگارا ہے۔ کہ گرم ہو تو جلائے اور ٹھنڈا رہے تو ہاتھ کالا کرے
ایسے کا میل جول کسے گوارا ہوگا۔ اب تم شعر کو دیکھو۔ شاعر نے
دوسرے مصرع مین عارضی کا لفظ بہت ہی اچھا رکھا ہے۔ اس
کے معنی ہین۔ غیر مستقل۔ جلد مٹ جانے والا۔ جلد بگڑ جانے
والا۔ خوب صورتی کا یہی حال ہے۔ کہ جو آج ہے وہ کل نہین۔
اسے پانی کا بُلبُلا سمجھو کہ بنا اور بگڑا۔

عارض کہتے ہین رخسار کو۔ اس سبب سے عارضی
کے لفظ نے شعر مین بڑا لطف دیا۔ مجھے میرے اُستاد نے
اس صنعت کا نام ایہام مرشح بتایا ہے۔ اب شعر کا مطلب
صاف ہوگیا۔ کہ اگر سیرت اچھی نہین ہے تو صورت کو لے کر

کوئی کیا کرے۔ بہن یہ شعر عورت کے متعلق ہے۔ مین یہ کہتی ہون کہ وہ بیوی جس کی طبیعت بد ہو۔ اپنے میان کو اجیرن ہو جاتی ہو گی۔ ہان ایک بات اور سنو۔ جو تمھین شعر کا شوق ہے تو کنبے کے کسی لائق شخص سے تھوڑا سا عروض اور قافیہ پڑھو۔ یون مین تم کو کہان تک لکھتی رہون گی۔

اور سب خیریت ہے۔ میری طرف سے چچا صاحب اور چچی امان کو آداب کہنا۔ مزاج پرسی کرنا۔ اور صالحہ کو دعا کہنا۔ بچے تسلیم عرض کرتے ہین۔

تمھاری بہن
عفت آرا

خط (۱۴)

چچازاد بہن کو

بمبئی ۔ ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱ء

پیاری انجمن آرا

تمھارا خط پاکر ایسا دل خوش ہوا کہ کلی سے پھول ہوگیا۔ چشم بددور خوب لکھنے لگی ہو۔ کیا کہوں بیوی سعید کی آئے دن کی بیماریاں مجھے چین نہیں لینے دیتی ہیں۔ ورنہ اب تک جواب لکھ چکی ہوتی۔ آج ذرا اس کی طبیعت اچھی ہے اور اس وقت سو گیا ہے۔ فرصت بھی ہے اور خالی بیٹھے رہنے سے جی بھی گھبرا رہا ہے۔ میں نے کہا لاؤ اپنی انجم کو خط ہی لکھ ڈالوں۔ اچھا اب جواب کو غور سے دیکھو۔ تم نے لکھا ہے کہ غالب کے اِن دو شعروں کا مطلب مجھے بتا دیجیے۔

نہ سُنو گر بُرا کہے کوئی
نہ کہو گر بُرا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی

تم اول شعر کے پہلے مصرع پر اعتراض کرتی ہو "کہ اگر کوئی ہم کو یا کسی کو ہمارے مُنھ پر بُرا کہ رہا ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ ہم نہ سنین کیا اُٹھ کر بھاگ جائین یا کانون مین روئی لگالین"
تمھارے اس بچپن کے اعتراض پر مجھے ہنسی آتی ہے میری پیاری ان دو کے علاوہ ایک تیسری صورت بھی ہے یعنی سُننے کو ان سنا کر دو جیسے تم نے سُنا ہی نہین۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ اول تو تم کو غصہ کے ضبط کرنے اور زبان کو اُن بیہودہ الفاظ کے استعمال سے پاک رکھنے کی عادت پڑ جائے گی۔ جو غیظ کی حالت مین بلا قصد ادا ہو جاتے ہین،

دوسرے یہ کہ کہنے والا تم کو خاموش دیکھ کر خود ہی نادم ہوگا۔

ایک اور مطلب بھی اس مصرع کا ہوسکتا ہے

یعنے اگر تم نے کوئی نیک ارادہ یا کسی اچھے کام کا قصد

کیا ہے۔ تو لوگون کے بُرا کہنے کی پروا نہ کرو۔ بقول غالب

ہوتی آئی ہے کہ اچھون کو بُرا کہتے ہین

دیکھو سر سیّد مرحوم کو لوگون نے کیا کیا کچھ کہا مگر وہ دُھن کا پکّا

اپنا کام کرہی کے رہا۔ پہلے عورتون کی تعلیم کا مسئلہ

ہندوستان مین کیسا نازک تھا۔ مگر جب بعض مستقل مزاج

کمرہمت باندھ کے کھڑے ہوگئے اور نادانون کی گالیون

اور مخالفتون کی پروا نہ کی تو آخر اپنی تجویزون پر عمل کرا ہی

لیا۔ آج ہزارون عورتین جہالت کی اندھیری کوٹھری سے

نکل کے علم کی روشنی مین نظر آرہی ہین

فرض کرو تم کسی کتابیہ ہم مکتب کی مہمان ہو تم نے

کھانے مین مذہبی احتیاط کو دخل دیا اور گوشت کے لیے ذبیحے کی شرط کی چاہے وہ اہل کتاب کا ذبیحہ ہو۔ میزبان نے اعتراض کرنے شروع کیے تو بے شک اس موقع پر تمھین غالب کی نصیحت ماننی ہوگی۔ کہ ع

نہ سنو گر بُرا کہے کوئی

مین نے تمھارے سمجھانے کے خیال سے صرف ایک مثال دے دی ہے۔ دنیا مین ہزارون مرحلے ایسے پیش آتے ہین جن کو نہایت استقلال سے طے کرنا پڑتا ہے جتنا سن بڑھے گا اُتنا ہی تجربہ تم کو ہوتا جاوے گا۔

دوسرے مصرع مین شاعر عیب پوشی کی تعلیم دیتا ہے۔ یعنی اگر کسی مین کوئی بُرائی ہے یا تم نے کسی کو کوئی بُرا کام کرتے دیکھا ہے تو دوسرون پر اس کو ظاہر نہ کرو۔ تم نے چچا صاحب سے اکثر یہ حدیث سنی ہوگی کہ لوگو تم دنیا

مین لوگون کے عیب چھپاؤ قیامت کے دن خدائے رحیم تمھاری عیب پوشی اور تمھارے عیوب سے چشم پوشی کرے گا۔

دوسرے شعر کا پہلا مصرع یہ سبق دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص نیک راستے سے الگ ہو رہا ہے اور تم واقف ہو تو تمھارا فرض ہے کہ اس کو سیدھا راستہ بتا دو۔ کم سے کم کوشش تو ضرور ہی کرو۔ آگے اُس کا مقدّر۔ اس موقع پر مجھے یحییٰ برمکی۔ (ہارون الرشید خلیفہ عباسی کے وزیر) کا ایک قول یاد آگیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ انسان کو چاہیے جو اچھی بات سُنے اُسے لکھ لے اور جو لکھے اُس کو یاد کرلے پھر جو یاد کیا ہے وہ دوسرون کو بتائے تاکہ اس کے علم سے دوسرے بھی مستفید ہون۔ ایک حد تک غالب کا منشا بھی یہی ہے کہ خدا نے تم کو علم دیا ہے تو اپنے بھائیون

یعنی بنی نوع انسان کو بُرائیون سے دور رکھنے اور اچھی باتین بتانے کی کوشش کرتے رہو۔ انسانی اخلاق کا مقتضا بھی یہی ہے۔

چوتھا مصرع تو بالکل صاف اور مجھ سے پوچھو تو بے مثل نصیحت ہے۔ میری راے مین بہترین انسان وہ ہے جو کسی کے بڑے سے بڑے قصور کو بھی سیرچشمی اور عالی ہمتی کے ساتھ معاف کردے اور بدترین مخلوق کہے جانے کا مستحق وہ شخص ہے جو اتنا کم ہمّت ہو کہ کسی کو معافی بھی نہ دے سکے۔ ہم اگر لوگون کے چند قصور معاف نہین کر سکتے۔ تو ہم کو کیا حق ہے کہ اپنے بے انتہا قصورون کے لیے خدا سے معافی کی امید رکھین۔ سچ یہ ہے کہ جو لوگ معافی دینے کے خوگر ہین اُنھین کے جی سے کوئی اس کا مزا پوچھے۔ مامون الرشید کہتا تھا اگر لوگ جان جائین کہ مجھے

قصورون کے معاف کرنے مین کیسا لطف آتا ہے تو یقیناً وہ ہمیشہ قصور ہی کیا کرین - اور یہ صرف قول ہی نہین اسکے حالات دیکھو تو معلوم ہو گا کہ واقعی وہ بے نظیر خطا پوش و عطا پاش تھا -

لو اب تمھارے خط کا جواب اور شعرون کا مطلب تو ختم ہوا مگر مجھے جو کہنا ہے وہ رہا جاتا ہے - بیوی تمھارے کئی خط میرے پاس آئے اور ہر ایک مین تم نے شعرون کا مطلب پوچھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ تم اکثر دیوان دیکھ کرتی ہو - مین اس شوق کی مخالف تو نہین ہون مگر یہ ضرو کہون گی کہ ابھی تمھاری یہ عمر نہین ہے - پہلے ضروری باتین سیکھ لو عقل پختہ ہو لے تو پھر یہ شوق بھی کر لینا - ایسا کہ اس خبط مین پڑ کے اور ضروری کامون کو خیر باد کہہ بیٹھو - ایک بات یہ بھی ہے کہ کچی عمر والون کے لیے جر

اشعار کے مطالب سمجھنے کی پورے طور پر قدرت نہو موجودہ ایشیائی شاعری مضر ہے۔ اگر تم کو نظم سے دلچسپی ہے تو خیر شبلی، حالی اور اقبال کی قومی نظمین۔ منشی امیر احمد مرحوم اور مولانا محسن مرحوم کا نعتیہ کلام اور مولوی احمد علی صاحب شوق قدوائی کی نیچرل نظمین مطالعہ کرو۔

غالب کا دیوان اردو شاعری کی جان ضرور ہے تخیل کی جدت جیسی غالب مین ہے کسی مین نہین مگر پیاری اُس کو سمجھنا دشوار امر ہے تمھارے یا تمھاری عمر کے بچون کے لیے اس کا دیکھنا اوقات ضائع کرنا ہے ان سیدھے سادھے دو شعرون نے تو تمھارے چھکّے چھڑا دیے، پھر بھلا جو اصل کلام ہے اس کو کیا سمجھو گی اور کیا قدر کرو گی۔

کہو تمھارے حافظ جی روز آتے ہین۔ واہ ری لڑکی

یہ کبھی نہ لکھا کہ کلام پاک کتنا حفظ کیا اور مس صاحب سے
سوئی کا کام کتنا سیکھا۔ انگریزی میں کچھ مہارت بڑھائی
یا نہیں اچھا اب کی اپنے دولھا بھائی کے نام انگریزی
میں چٹھی لکھوا ور مجھے اردو میں اپنے لکھنے پڑھنے او
سوزن کاری وغیرہ کے تفصیلی حالات لکھو۔

چچا صاحب اور چچی اماں کو میرا آداب کہو بھیا کو دعا

تمھاری بہن
عفت آرا

خط (۱۵)

چچازاد بہن کو

ممتاز منزل اکبرآباد ۔ ۷ ا جون ۱۱۹۱ء

میری بھول جانے والی ساتھ کی کھیلی پیاری بہن

شاکرہ سلام شوق

تم کو مجھ سے جدا ہوئے تین برس کا عرصہ گذرا
اس زمانے مین نہ جانے کتنے انقلابات ہوگئے تم بیاہ
کے حیدرآباد گئین اور مین اُس کے پانچ مہینے بعد لکھنؤ
سے اکبرآباد آئی ۔ مان باپ کا گھر اور اپنا دیس تم سے بھی
چھوٹا اور مجھ سے بھی اب نہ وہ دن ہین نہ راتین ۔ نہ وہ کھیل
تماشے نہ وہ دوڑ دھوپ نہ وہ دل لگی و مذاق نہ وہ بےفکری
آہ شاکرہ اب وہ چمکتے دمکتے دن اور تارون بھری راتین کہان
جن مین ہم تم ساتھ پڑھتے لکھتے ۔ ساتھ کھیلتے اور ساتھ ہی سوتے

جا گئے تھے۔ اب تو یہ حالت ہے کہ تم کو کیا تمھارا خط دیکھتے
کو بھی آنکھین ترستی ہین۔ کیون پیاری شاگرہ کیا یہ سب مُنھہ
دیکھے کی محبت تھی اور اب آنکھ اوٹ پہاڑ اوٹ والی
مثل ہو گئی۔

یہ سچ ہے کہ مین نے بھی اس عرصے مین تم کو ایک
ہی خط لکھا ہے لیکن اول تو تم نے اُس کا جواب نہ دیا اس کے
علاوہ ذرا میری اور اپنی حالت پر بھی نظر کرو۔ تم کو فرصت ہی
فرصت ہے اور یہان دن رات کی کاہش ہر وقت کی آفت
تم چھڑے چھٹانک اور یہان سارے گھر کا اٹالا ایک میری
جان پر۔ ماشاء اللہ دو بچّے اپنے۔ تین اُن کی بہن کے۔ ایک
ان کی پہلی بیوی کا ان چارون کو بھی اب تو میرے ہی سمجھو۔
پھر اللہ رکھے بڑا کنبہ قبیلہ۔ نام رکھنے اور پھوہڑ ٹھہرا دینے والے
ایک دو نہین سو پچاس۔ اچھا کہنے اور دکھ درد مین ساتھ دینے والا

ایک ان کے سوا کوئی بھی نہین - ساس بے چاری کا دم غنیمت تھا سو وہ بھی پچھلے برس گذر گئین - اب مین ہون اور دنیا کی ہزارون فکرین - تمھین کہو کہ میرا تمھارا مقابلہ کیا -

گزرے برس جب تمھارے دولہا نے اُن کو لکھا تھا کہ وہ تم کو لے کر لکھنؤ جانے والے ہین تب کیسی مین تڑپ کر رہ گئی - ان کی مان کی بیماری نے مجھے مجبور رکھا - ورنہ مین بھی جس طرح ممکن ہوتا پہونچتی - اسی بہانے ایک دفعہ نصرت منزل کی اُجاڑ چار دیواری دیکھ لیتی - امان جان اور ابا جان کے مزارون پر فاتحہ پڑھ لیتی - اور تمھارے ساتھ اُسی ویران باغ مین، (جس مین کبھی پھولون کے انبار تھے اور جس مین ہماری عمر کی سترہ خوش گوار بہارین گزری تھین) دو آنسو بہا لیتی - سچ کہنا شاکرہ تم کو بھی وہ وقت یاد آتا ہے - میری طرح تم بھی کبھی اُس زمانے کو یاد کر کے رو دیتی ہو - بے چین ہو کر ایک بار پھر وہ دن

پلٹ آتے" کہہ اُٹھتی ہو ہایا خدا نے میری ہی دل مین یہ درد

دیا ہے۔ہائے اب تو۔

وہ دن خیال ہو گئے وہ راتین خواب ہو گئین

وہ دودلون کی راحتین سب اضطراب ہو گئین

پیاری بہن ہم تم قسمت سے جُدا ہو گئے مگر ہمارے

دلون کو جُدا نہونا چاہیے۔خط نصف ملاقات کہا جاتا ہے اس

نصف ملاقات سے مجھ کو کیون محروم رکھتی ہو، تم یہ طویل خط دیکھ کر

کہو گی کہ فرصت کی کمی پر تو اتنا لکھا فرصت ہوتی تو بوستان خیال

کا دفتر ہی لکھ ڈالتین۔بات یہ ہے پرسون سے مین صابرہ بیگم

کے یہان دودھ بڑھائی کی تقریب مین مہمان ہون تم جانتی

ہو کہ فضول رسمون سے مجھے دلچسپی نہین ادھر رات بھر ڈھول

پر ڈھول ٹوٹے۔کڑاہی چڑھی گلگلے پکّے مراثنین چیخین۔

ادھر مین نے اپنے سونے کے کمرے مین بیٹھ بیٹھ کے دو راتون

مین یہ کھر الکھا۔ تمھین چھوٹا سا خط لکھ کے میرا جی ہی نہ بھرتا۔
اور گھر مین اتنی مہلت سے ملنے کی اُمید نہ تھی کہ دل مین جو باتین
بھری تھین وہ سب قلم سے اُگلتی۔ ایک خفیف سی وجہ میرے
خط نہ لکھنے کی یہ بھی ہوئی۔

اپنے دولھا کو میرا سلام کہنا اور مزاج پوچھنا۔ بچے
تسلیم کہتے ہین۔

تمھاری دور افتادہ بہن

زہرا

خط ۶

چچا زاد بہن کو

ہمایون محل حیدر آباد۔ یکم جولائی سنہ ۱۹۱۱ع

میری اچھی زہرا   خوش رہو

پہلے تمھاری محبت کا شکریہ ادا کرتی ہون اور پھر
اپنے خط نہ لکھنے کی بہت بہت معافی مانگتی ہون۔ تمھاری
شکایت میرے سر آنکھون پر مگر للہ زہرا پہلے میرا حال سنو
اور پھر شکایت کرو۔ مین نے مانا کہ تم اکیلے گھر کی ہو لیکن بہن ع

میری طرح بلا مین کوئی مبتلا نہو

خدا کا شکر کرو کہ اُس نے تم کو نیک اور خوش مزاج شوہر دیا ہے
تم مجھ پر رشک کرتی ہو کہ مین چھڑے چھٹانک ہون
حالانکہ میرے لیے یہی ستم ہو گیا۔ سارا گھر بیزار۔ میان
خفا۔ کس قصور پر کہ بے اولادی ہے۔ بانجھ ہے۔ صبح

اُٹھ کر میرا منہ دیکھنا نحس خیال کیا جاتا ہے۔ میرا پڑھا لکھا
ہونا بھی غضب ہو گیا ہے جہان کتاب ہاتھ مین لی یا کبھی کچھ
لکھنے کا ارادہ کیا اور کسی کی نظر پڑ گئی بس آفت کا سامنا کہ
اسی سے تو یہ نحوست ہے۔ بھلا مسلمان عورت قلم پکڑے
اور کتاب کا کیڑا بنی رہے تو گھر مین برکت کاہے کی ہو۔ خدا
بھی کہتا ہے کہ مردون کے سے کام کرو تو مردون کی طرح رہو بھی
(یعنے جس طرح مردون کے بطن سے اولاد نہین ہوتی
اسی طرح لکھنے پڑھنے والی عورت بھی بے اولاد رہتی ہے)
پہلے مجھے ان خیالات پر ہنسی آتی تھی۔ اب رونا آتا ہے۔
ہان وہ مجھے لکھنؤ لے گئے تھے مگر یہ جانتی ہو کیون؟
علاج کے لیے ان کی مان ساتھ تھین۔ سُنا تھا کہ
عیش باغ کے پاس ایک کامل فقیر رہتے ہین۔ اُن کی دعا
سے اولاد ہوتی ہے اس لئے مین وہ بھی ساتھ آئین کہ

اُن سے دعا منگوائین۔ یقین مانو زہراجتنا مجھے لکھنؤ جانے
اور ساتھ والیون سے ملنے کا حوصلہ تھا سب مٹّی ہوگیا۔
جب تک وہان رہی مبہوت رہی۔ کسی کو یاد کرنا کیسا مین
اپنے ہی کو بھول گئی۔ گئی تھی علاج کرانے ہوئی باولی۔ وہ
تو مجھے پہونچا کے اور اپنی امان جان کے سپرد کرکے واپس
آئے۔ مگر کہان کی دوا کیسا علاج اُنھون نے سب چھوڑ چھاڑ
ٹونے ٹوٹکے جھاڑ پھونک اور فال تعویذمین روپیہ لٹانا شروع
کیا۔ میری کیا مجال تھی کہ اُن کو زیادہ روکتی ٹوکتی۔ دو چار بار
دبی زبان سے کہا کہ امان جان یہ لکھنؤ ہے یہان کے
ہتکھنڈے مشہور ہین۔ آپ ان لوگون کے کرشمون سے ابھی
واقف نہین ہین بے کار روپیہ برباد نہ کیجیے۔ اتنا ڈاکٹرون
اور حکیمون کو دے دیجیے تو کچھ فائدہ بھی ہو۔ ان چال بازون کے
گنڈون تعویذون مین اگر کچھ اثر ہوتا تو حکیم ڈاکٹرون کو کون

پوچھتا۔ مگر ہر دفعہ یہی جواب پایا کہ بس بس اپنی انگریزیت رہنے دو تم میم صاحب ہو تو اپنے لیے ہم تو مسلمان ہین ہم کو اپنے تعویذون ہی پر عقیدہ ہے۔ آخر کار مین چپ ہو رہی۔ پھر کیا تھا فلیتون چراغون اور دھونیون کی وہ بھر مار ہوئی کہ الامان پلنگ مین اتنی کیلین ٹھونکی گئین کہ پلنگ کی لکڑی اسپنج کی طرح سوراخ دار ہوگئی۔ میرے بدن پر گنڈون تعویذون کی وہ بہتات ہوئی کہ مین آدمی سے ردّی کی ٹوکری اور گودڑ کی بقچی بن گئی۔ تین مہینے بقول اُن کی مان کے ہزارون جتن کیے لاکھون پاپڑ بیلے اور روپیہ پانی کی طرح بہایا (جو میرے نزدیک نہایت نادانی سے خاک مین ملایا گیا) مگر کچھ اثر نہوا مین نے اُن کو بھی لکھا کہ ان فضولیات مین روپیہ کیون برباد کراتے ہو یا تو میرا علاج کراؤ یا مجھے واپس بلا لو۔ انھون نے جواب دیا کہ مجھے عورتون کے معاملات مین دخل نہین۔ تم

جانو اور اماں جان جانین مین اپنا سا مُنھ لے کر رہ گئی اور تین مہینے لکھنؤ مین جھک مار کے چھوٹے بھیا کے ساتھ حیدر آباد واپس آئی۔

لکھنؤ مین گھر سے نکلنے کا موقع ہی کب ملا۔ مزار پر جانے کی تو اجازت نہ تھی۔ ہان نصرت منزل اور زہرہ پسند باغ دیکھنے ایک مرتبہ گئی تھی۔ کیا بتاؤن کیا حالت دیکھی تھوڑی دیر رو کر چلی آئی۔ ایک دن عائشہ اور سلمیٰ سے بھی ملنے گئی تھی دونون کو دیکھ کر جی خوش ہوا ماشاءاللہ اپنے گھرون مین چین سے اور خوش تھین۔ وہ میری حالت دیکھ کر رودین اور مین تمھین یاد کر کے۔ پیاری زہرا اچھا ہی ہوا کہ ہم تم دور ہین۔ تم مجھے دیکھ کر بہت کُڑھتین۔ تمھاری شاکرہ اب وہ نہین رہی جس کو تم چنچل شاکرہ کہا کرتی تھین۔ آہ زہرا میری قسمت نے ایسے لوگون سے میرا پالا ڈالا جن کے

یہان میرے سارے ہُنر عیب گنے گئے اور جن کے
یہان کھنے کو سونے کے محل کھڑے ہین مگر مجھ بدنصیب کے
لیے آرام نہین۔ تم جانتی ہو مجھے روپیہ سے اُنس نہ تھا
مسرت۔ اطمینان۔ یک جہتی۔ اور اتفاق کی خواہشمند
تھی۔ ان کے یہان لالے پڑے ہین۔

میرے لکھنؤ سے پلٹنے کے بعد ہی اولاد کی
تمنا مین ان کی مان نے ان کی دوسری شادی اپنے خاندان
مین کرادی۔ وہ اور اُن کے سب عزیز نئی دولھن سے
خوش ہین۔ اس لیے کہ وہ اُنھین لوگون کی ہم خیال ہین
اب سنتی ہون کہ اُن کے اولاد ہونے والی ہے۔ چار
مہینے ہوئے مین اپنے کمرے سے نہین نکلی۔ نہ وہ ادھر
آئے نہ یہ پوچھا کہ جیتی ہے یا مر گئی۔ ڈاکٹر ہین مین
ہون۔ اور میرا کمرہ ہے۔ خدا مجھے موت دے تو جی جاؤن

اب اس دنیا مین میرے لیے باقی ہی کیا رہا ہے بس۔

مرجانے کی اب تو آرزو ہے

مگر نہ جانے اور کیا مصیبت سہنی بدی ہے جو زندگی ختم نہین ہوتی۔ بہن مین پچھلے دنون کو یاد کرون یا آج کی حالت پر روؤن سب سے بہتر یہی ہے کہ یہ سمجھ کر صبر کر لون۔

میرے لیے نہین ہے لطف بہار ہستی

دامانِ آرزو ہے اور خار زار ہستی

لو میری بپتا سُن چکین۔ دیکھو رونا دھونا نہین میرے لیے دعاے خیر اور اپنی حالت پر خدا کا شکر کرو کہ تم بہت آرام سے ہو۔ گھر کے دھندے گھر والیون کو ہوتے ہی ہین۔ کوئی نوج ہماری طرح ہو جس کو گھر تک نصیب نہین کہ اُس کے دھندون مین پھنس کر غم غلط کرے۔ تم کو اور ہر ایک کو اپنے سے بدتر کی حالت پر نظر کرنی چاہیے تا کہ

خدا کا شکر ادا کر سکو۔ محض اسی لیے مین نے یہ غم کا دفتر تیار
کیا ہے کہ تم میری اور اپنی حالت کا مقابلہ کر سکو۔ تم مین ابھی کچھ
اُمنگ اور حوصلہ باقی ہے جو پچھلے دنون کی ویسی کی آرزومند ہو
یہان دل ہی نہین تو آرزو کیا ہو۔ ع
آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا
اچھا خدا حافظ۔ پھولو پھلو بہت سکھ دیکھو۔

تمھاری بدنصیب
شاکرہ

خط (۱۷)

پھپھی زاد بہن کو   عظیم آباد - ۳ - اگست ۱۹۱۱ء

بجیا   آداب

آج کل یہان ایسی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے
کہ گویا آسمان کا بم پھوٹ گیا ہے - ہمارا باغ کیسا لطف دے رہا ہے
بجلی کی چمک - بادل کی گرج - ہوا کی سنسناہٹ -
پتون کی کھڑکھڑاہٹ - کویل کی کہک - پپیہے کی صدا - پانی
کا زور - مورون - مینڈکون - جھینگرون کا شور - کچھ نہ پوچھیے
کہ کیا عالم ہے - پھولون کے تختے جن مین مختلف رنگون
کے پھول ہین آنکھون مین کھبے جاتے ہین - کوسون تک
سبز مخملی فرش سا بچھا نظر آتا ہے - ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین چلتی
ہین - اودی اودی گھٹائین آتی ہین - کبھی ہلکی پھوار پڑتی ہے

اور کبھی موسلادھار۔ ان گھٹاؤن مین سفید سفید بگلون کی
قطار اور بھی مزا دیتی ہے۔

مین تو بیچ والے بنگلے مین بٹیھ کے چارون طرف
کے کواڑ کھول دیتی ہون۔ اور حضرت شوق قدوائی کی
"مثنوی حسن" کو لے کے باغ کا سین ملاتی جاتی ہون۔
جھولے پڑتے ہین۔ راضیہ۔ عالیہ۔ آمنہ۔ شائستہ خانم
اور بہت سی ہمجولیان اکھٹی ہوتی ہین۔ کوئی پینگ بڑھاتی
ہے کوئی ملار گاتی ہے کوئی پکوان کا دھندا لے کر بٹیھتی
ہے۔ غرض ہر ایک کو کچھ نہ کچھ دُھن ہوتی ہے۔ اور کیون
نہو یہ موسم ہی ایسا دلچسپ ہے۔

اس چہل پہل مین لطف تو بہت آتا ہے مگر بجیا
میری طبیعت کچھ ایسی ہے کہ ہنستے کھیلتے ایک بارگت
پلٹ جاتی ہے۔ خدا کی قدرت کا تماشہ دل کو پھولون کی

طرف سے کھینچ کے خدا کی طرف ڈال دیتا ہے۔ مین سوچ
مین پڑ جاتی ہون کہ جس نے دنیا کو ان رنگون سے سجا ہے
وہ خود کیسا ہو گا۔ اے ہے مین کیا کہہ گئی۔ کیسا کے
لفظ سے کہین تم یہ نہ سمجھنا کہ مین اُس کی صورت کا خیال
لاتی ہون۔ توبہ توبہ کچھ مین مجسمیہ[1] تو ہون نہین کہ خدا کے جسم
کی قایل ہون۔ اس کی ذات تو مادّی اوصاف سے منزّا
ہے۔ کیسا ہونے سے میرا یہ مطلب ہے کہ وہ کیسا قادر مطلق
ہے جس کی قدرت کی کوئی انتہا ہی نہین۔ وہ خود قرآن پاک
مین فرماتا ہے کہ تمام عالم کے دریاؤن کا پانی سیاہی کی جگہ
صرف کرو اور پھر صرف کرو تب بھی اُس کی قدرتون کا شمار
نہ لکھ سکو۔ ہم غفلت کے نشہ مین چور ہین۔ فانی چیزون کی
خوبصورتی سے لطف اُٹھاتے اور اُن کی چند روزہ

---

[1] مجسمیہ اس مذہب والے کو کہتے ہین جو خدا کے جسم کا قایل ہو۔

دل فریبیون پر مٹے جاتے ہین۔ اے کاش۔ ہم اُس لازوال حسن کے دل دادہ ہوتے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور جس کے اعلیٰ ترین حسن کا تمام حسین چیزین ادنیٰ ترین نمونہ ہین۔

مجھے اس زمانے مین آپ بہت یاد آتی ہین۔ آپ یہان ہوتین تو میرا بھی کوئی ساتھی ہوتا۔ خبر نہین عمہ جنیان نے کیون آنے کا ارادہ فسخ کردیا اب تو اتنی گرمی بھی نہین ہے، کہ سفر تکلیف دے۔

شروع جاڑون مین امّی جان کا قصد کلکتہ جانے کا ہے۔ مجھ سے کہتی ہین کہ تم اپنی بجیا کے پاس لکھنؤ چلی جانا۔ یون تو مجھے خوش ہونا چاہیے کہ آپ سے ملون گی مگر امّی جان کو علالت کی حالت مین تنہا چھوڑنے کو دل نہین چاہتا۔ اس لیے مین انکار کرتی ہون۔ کیا یہ ممکن ہے

کہ آپ بھی امّی جان کے ساتھ کلکتہ چلیں؟ عمہ جنیا سے پوچھ کر لکھیے۔

میری اور سب کی طرف سے سب کو سلام و دعا۔

آپ کی

قمر جہان

خط (۱۸)

ماموں زاد بہن کو — لکھنؤ۔ ۲۲۔ اگست ۱۹۱۱ء

پیاری قمر جہاں

اب تو تمھارے طرز تحریر پر مجھ کو رشک آنے لگا ہے
خوب ترقی کی ہے۔ ماشاء اللہ سے
خط اُن کا بہت خوب عبارت بہت اچھی
اللہ کرے حُسن رقم اور زیادہ

کیا کہوں بہن۔ باجی اماں تو مستقل ارادہ کر چکی تھیں۔ کہ شروع اگست میں عظیم آباد آئیں گی مگر اُدھر تو صغرا بہن بیمار ہو گئیں۔ اُدھر چھوٹی پھپھی جان ہمارے یہاں آگئیں اب بھلا بھتیجی کو بیمار اور نند کو گھر میں چھوڑ کے آنے کا کیا موقع تھا۔ مجبوراً رک گئیں۔

میرا تو بے اختیار دل چاہتا ہے کہ یہ زمانہ تم لوگون
کے ساتھ گزارتی۔ اور مُمانی جان کو دیکھتی۔ اُن کے مزاج
کی ناسازی سے تردد رہتا ہے۔ ابّا جان کو تین مہینے کی رخصت
مل گئی ہے۔ یہ تو تم کو مین پہلے ہی لکھ چکی ہون کہ اگر رخصت
ملی تو وہ اس زمانے مین اپنے ایک دوست سے ملنے
شملے اور پھر وہان سے اور کئی جگہ سیر کرنے جائین گے خوب
موقع تھا کہ ہم اس زمانے مین تمھارے یہان رہتے صغرا
بہن عنقریب اپنی سُسرال جانے والی ہین۔ لیکن یہ چھپی بن
دیکھیے کب تک رہین۔ اُن کے سِدھارنے کے بعد
یقین ہے کہ ہم لوگ عظیم آباد کا قصد کرین۔ مجھے مُمانی جان کے
ساتھ کلکتے جانے کی اجازت باجی امّان نے تو پہلے ہی دے
رکھی ہے۔ ابّا جان بھی یقیناً مانع نہون گے۔ تو آخر اکتوبر مین
انشاءاللہ ہم تم ضرور ہی ملین گے۔

ہان بہن مجھے یاد پڑتا ہے کہ تم نے ایک لیس مس میری کی بنائی ہوئی مجھے دکھائی تھی۔ اور کہا تھا کہ مین بھی اُن سے یہ نمونہ سیکھتی ہون۔ اگر تم بنا چکی ہو تو نمونے کے لیے میرے پاس بھیج دو۔ مجھے بھی وہ بہت پسند آئی تھی۔ مسز چارلس سے پوچھ کر بناؤن گی۔

باجی امان۔ پھپھی جان۔ اور صغرا بہن۔ تم کو اور سب کو دعا سلام کہتی ہین۔ میری طرف سے ممانی جان کے حضور مین آداب۔ ماموں جان آج کل کہان ہین؟

تمھاری بہن

عصمت آرا

خط (۱۹)

بیٹی کو

دہلی - ۸ - نومبر ۱۹۱۱ء

ماں کی جان نادرجہان   زندہ خوش اور آباد رہو

کل تمھاری خلیا ساس شاہ جہان پور سے آئی ہین - اُن سے معلوم ہوا کہ تم بیمار ہوگئی تھین - اور تمنے مجھے اس لیے اطلاع نہ دی کہ مین گھبرا جاؤن گی - مین نے یہان سے خط پر خط لکھے اور جون جون جواب آنے مین دیر ہوتی تھی میرا دم سوکھا جاتا تھا بارے اللہ کا شکر ہے کہ کل تمھاری ساس کی زبانی اور آج تمھارے خط سے خیریت معلوم ہوگئی - مجھے تو یہ تعجب ہے کہ تمھاری بیماری کی خبر تمھارے ساس سُسر نے بھی نہ دی - کیا اُن کو بھی تم نے منع کردیا تھا؟ کہ نہ لکھنا؟ بھلا بیٹی اس نادانی سے کیا ملا - آخر خط نہ آنے سے

جو اُلجھن اور گھبراہٹ مجھے رہی کیا اُس کو تم کم سمجھتی ہو۔
اس سے تو یہ آسان تھا کہ تمھارا حال مجھے روزانہ معلوم ہوتا
رہتا۔ اور اس پر بھی میرا جی نہ مانتا تو مین خود تمھارے پاس
چلی آتی۔ تم کو بھی تسکین ہوتی۔ اور نہ مجھے بھی یہ بیقراری نہوتی۔

ہان نادر جہان۔ ایک بات سُن کر مجھے نہایت ملال
ہوا۔ تمھاری ساس کہتی تھین کہ تم سے اور تمھاری جٹھانی سے
نہین بنتی۔ بیٹی تم تو کبھی لڑاکا یا جھگڑالو نہ تھین۔ اپنی بہن اور
بھاوج سے ہمیشہ ملی جُلی رہتی تھین۔ یہ مین نے کیا سُنا۔ کیا
بُری صحبت نے تمھاری بھی عادت بگاڑ دی۔ نادر جہان
اچھون کے ساتھ سبھی نباہ کر سکتے ہین۔ مگر انسان وہ ہے جو
بُرون سے بھی ہنسی خوشی کے ساتھ نباہ دے۔ مین وحیدہ بیگم
کی عادت سے خوب واقف ہون۔ اُن کی مان (اللہ بخشے)
ایسی کلّے دراز بی بی تھین کہ اپنے گھر مین لڑتین تو چار گھر اُدھر

آواز جاتی۔ اور ایسا ہی اُٹھان وحیدہ بیگم کا بھی تھا۔ مگر بیٹی وہ
چاہے جیسی ہون تم اُن کی سی کیون ہو جاؤ۔ بہر حال وہ تم سے
بڑی ہین۔ تم کو اُن سے لڑنا یا برابری کا دعویٰ کرنا کیا ضرور
ہے۔ تم میری نصیحت بھول گئین؟ مگر نہین تمھاری سعادت مندی
سے اس کی امید نہین۔ تو یہ ہو گا کہ تم ہر وقت اُن کی باتین
سنتے سنتے اُکتا کر کبھی کچھ بول اُٹھتی ہو گی۔ لیکن بیوی تم کو یہ
بھی نہ چاہیے۔ خوب سمجھ لو کہ اگر تم نیک ہو تو تمھاری نیکی اُن
پر کبھی نہ کبھی اثر کر کے رہے گی۔ دیکھو اور ٹال جاؤ۔ سنو اور
ضبط کرو۔ آنکھ پر میل۔ تیوری پر بل۔ اور ہونٹون پر اُف نہ
آنے پائے۔ بیٹی ذات کی یہی صفت ہے جس بات کو سمجھو
کہ وہ لوگ بُرا سمجھتے ہین۔ اُس کو کبھی نہ کرو۔ جو اُن کی مرضی ہو
وہی کرو۔ اللہ نے چاہا تو چند دنون مین تم اپنے ضبط اور صبر کا
یہ پھل پاؤ گی کہ جو آج تمھاری پرچھائین دیکھ کے جلتے ہین۔ وہ

کل پانون دھو دھو کے پیین گے - بیٹی خدمت سے عظمت ہے - یاد رکھو کہ نیکی کا صلہ ہمیشہ نیک ملتا ہے - امید ہے کہ آیندہ مین یہ بات - یا ایسی کوئی بات کبھی نہ سنون گی -

سردار دولھا کو دعا - اور اپنے ساس سسر کو سلام کہو تمھاری بہن - بھاوج - اور بھائی دعا کہتے ہین -

تمھاری مان
زینت جہان

خط (۲۰)

رشتے کی بہن کو

۷- اپریل سنہ ۱۹۱۲ء

اللہ بہن سلطانہ

کب کا بخار دل میں بھرا ہوا تھا جو یوں نکالا گیا میں نے
کب آنے سے انکار کیا تھا۔ بہن پرسوں میں خالہ جان کے
یہاں تھی اور کل جب تمہارے یہاں سے کہاری آئی تو
ابا جان کے لیے ناشتے کا سامان لیے بیٹھی تھی اور کیک
بنا رہی تھی۔ ابا جان دن بھر گھر ہی میں رہے۔ ناشتہ پکا کے میں
اُن کے کپڑے ٹھیک کرتی رہی۔ کیونکہ وہ رات کی گاڑی
سے الہ آباد سدھارنے والے تھے۔ آج میرا قصد خود ہی
آنے کا تھا۔ کہ آپ کا عتاب نامہ نازل ہوا۔ اُخ اُخ۔ ہم سے
وعظ کہنے چلی ہیں۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ ”آدمی کے کام آدمی

آتا ہے،، خیر بس خفگی ہو چکی۔ اب غصہ تھوک دو۔

اے لو ابھی دلھن پھُپھی آگئین۔ آج بھی نہ آسکون گی

کل سویرے اللہ نے چاہا تو مین ضرور آؤن گی۔ شریفن بہن

کو آج نہ جانے دینا۔ ایک دن اور میری خاطر سے رہ جائین گی

تو کیا ہرج ہو جائے گا۔ نہ ساس گھر مین ہین نہ میان۔ آخر

اکیلی ہی تو ہین۔ گھر جانے کی گھبراہٹ کیا ہے۔ ماشاءاللہ

گھر مین بیس نوکر چاکر ہین کیا گھر کی رکھوالی وہی کیا کرتی ہین۔ اگر

دُلھن پھُپھی آج یہین رہ گئین تو کل مین اُن کو بھی لاؤن گی۔

اُن کو شریفن بہن سے ملنے کا بہت شوق ہے۔

تمھاری

آصفہ

خط (۲۱)

خالہ زاد بہن کو

از کلکتہ ۲۸-فروری ۱۹۱۳ء

اپی جان! تسلیم

حامدہ کی شادی کے حالات جس قدر مفصل مین لکھ سکتی ہون۔ لکھتی ہون۔ میرے خیال مین حامدہ کی شادی کا طریقہ تقلید کے قابل ہے۔ اچھا اب سُنیے۔ مانجھے کی رسم تو ادا نہین کی گئی۔ مگر چونکہ شرم وحیا ہندوستانی لڑکی کا خمیر ہے حامدہ کو اُس گھر مین جہان ہر وقت شادی کے انتظام کا چرچا رہتا تھا۔ مان باپ اور سب بڑون کے سامنے چلنے پھرنے مین لحاظ آتا تھا اس لیے وہ آٹھ سات دن کے واسطے پائین باغ والی محلسرا مین جس کا دروازہ بیگم صاحب کے مکان کے صحن مین ہے بھیج دی گئی۔ حامدہ اور ہم لوگ یعنی شمس النسا۔ اختر النساء۔ مین

اور استانی جی کی لڑکی بتولی بیگم۔ وہین رہنے لگے۔ اس عرصے
مین مین نے کوئی بات رسم کے طور پر ہوتے نہین دیکھی۔ صبح
کو معمول کے موافق جب حامدہ نہانے جاتی تو بجائے صابون
کے غسل خانے مین اُبٹن رکھ دیا جاتا۔ اور حامدہ۔ بیگم صاحب
کے پاس نہین جاتی تھی۔ اسی کو مانجھا سمجھیے یا کونا۔

مین چار دن رہ کر چلی آئی تھی اور برات آنے سے ایک
دن پہلے شام کے قریب پھر گئی۔ مہمان زیادہ نہ تھے۔ مین،
بھابھی جان، پھپی جان۔ اور شہیرن بہن، چار آدمی تو ہم تھے،
تین لڑکیان وہ جو اول دن سے تھین ان کے علاوہ حامدہ کی
پھپی نجم النساء۔ ممانی طیبہ بیگم۔ چچیری بھاوج تاجدار دلھن اور
خالہ زاد بہن حنیفہ سلطان تھین۔ شادی کے گھر مین بڑی چیخ پکار
مہمانون کے ہجوم اور مہمانون کے بچون کی وجہ سے ہوتی ہے۔
یا پھر اس لیے کہ ہر ایک بیوی فضول طمطراق دکھانے کو مائین اور

دَدَائین بھرے جاتی ہین۔ اسی طرح مہمان بیویون سے جو گنی
چگنی تعداد خوگیر کی بھرتی کی ہو جاتی ہے جو گھر مین غدر مچاتے
پھرتے ہین۔ یہان اول تو مہمان عورتین ہی گنتی کی تھین۔
اور جو تھین اُن مین بھی تین چار ہی بچون والیان تھین۔ تو
ان کے لیے یہ انتظام تھا کہ شمال رُخ والا ڈیرہ خالی کر دیا گیا
تھا جس مین چار کمرے دو برآمدے دو غسل خانے اور ایک
صحن تھا۔ مہمانون کی مامائین اور بچے وہان آرام سے تھے
پھر اس انتظام کو دیکھیے کہ اُس مکان مین مختلف قسمون کے
چھوٹے چھوٹے بہت سے کھلونے انگریزی اور دیسی مٹھائیان
اور پھل وغیرہ رکھوا دیے تھے کہ بچّون کو ضد کرنے کا موقع نہ ملے
ڈیرے کا ایک دروازہ چھوٹے چمن مین بھی ہے وہ کھول
دیا گیا تھا کہ جی چاہے تو بچّے وہان کھیلین۔ مائین جب ضرورت
سمجھتین یا جب ماما بلانے آتی اُس ڈیرے مین چلی جاتین۔

اور بچّون کو بہلا پھُسلا کے یا کِھلا پِلا کے پھر شادی کے مکان مین آجاتین۔ سچ کہون مجھے تو یہ طریقہ دل سے پسند آیا۔ رات کو کھانے سے فراغت کرنے کے بعد شمس النساء نے ہارمونیم بجایا اختر النساء۔ مین۔ اور تاجدار دُلھن گانے لگین۔ اور بتولی بیگم ڈھولک لے کر ٹھیکا بجانے بیٹھ گئین۔ گیارہ بجے تک ہم سب گاتے بجاتے اور ہنستے بولتے رہے۔ خاصا لطف رہا۔ پھر سب نے اپنی اپنی جگھون پر آرام کیا۔ صبح پانچ بجے معمول کے موافق سب لوگ جاگے۔ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کے اور ناشتہ کر کے چھ بجے بیگم صاحب کے پاس گئے۔ کیونکہ آج ساڑھے آٹھ بجے کی ریل گاڑی سے برات آنے والی تھی۔ ہم نے پان لگائے۔ اور چاندی کی خوبصورت چنگیرون اور کشتیون مین ہار۔ پان عطر شربت۔ اور چھوٹے چھوٹے گلدستے قسم قسم کے پھولون کے۔ جنھین بٹن ہول کہتے ہین۔ سجا کے

اور نفیس کشتی پوش ڈھانک کے باہر بھیجے۔ اسکے بعد سب
برات دیکھنے کوٹھے پر چلی آئین۔ باغ کے پھاٹک پر باہر کی طرف
سرخ اطلس پر سنہری کلابتون سے "خوش آمدید" کڑھا ہوا تھا۔
پھاٹک کے دونون طرف پھولون سے بھرے ہوئے سبز چینی
کے گملے چُنے گئے تھے۔ اور پھاٹک کے اندر سے لے کر کوٹھی
کے دروازے تک سرخ فرش بچھا کے اُسکے دونون طرف
خوشنمائی سے گملے رکھ دیے تھے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر
محرابی دروازے بنا کر پھولون سے سجا دیے گئے تھے۔ مہندی
کی ٹٹیون کی آڑ مین چھوٹی چھوٹی انگیٹھیان رکھ کر اُن مین اگر۔
سہاگجی۔ اور لوبان وغیرہ سُلگا دیا گیا تھا جس کی خوشبو سے باغ
اور بھی مہک اُٹھا تھا۔ فوّارے چل رہے تھے۔ روش کے
دونون طرف ملازم وردیان پہنے اور گلاب پاش لیے صف باندھے
قرینے سے کھڑے تھے۔ غرض نفیس سجاوٹ کا کوئی دقیقہ

اُٹھا نہ رکھا گیا تھا۔ پونے نو بجے کے قریب چار موٹر کار سڑک پر
نظر آئے اور آناً فاناً باغ کے پھاٹک پر پہونچکر رُک گئے۔ جو موٹر
سب سے آگے اور بالکل پھولون سے ڈھکا ہوا تھا۔ اُس پر
نوشاہ۔ نوشاہ کے والد اور چچا اور حامدہ کے والد تھے، دوسرے
پر نوشاہ کا چھوٹا بھائی۔ دو۔ دوست۔ اور حامدہ کے دونون بھائی
تھے۔ تیسرے پر نوشاہ کے والد کے دو انگریز اور ایک بنگالی
دوست۔ چوتھے پر براتیون کے ملازم اور کچھ مختصر سا سامان
بھی۔ جس وقت یہ مجمع پھاٹک مین داخل ہوا تو بینڈ شروع ہوا۔
جو پہلے سے باغ کے ایک حصہ مین موجود تھا۔ ہان دولہا کے
لباس اور صورت کے متعلق تو مین نے کچھ لکھا ہی نہین۔ عمدہ
قرمزی رنگ کی ریشمی شیروانی۔ سفید پتلون۔ سر پر بہت ہی ہلکے
گلابی رنگ کا بنارسی صافا۔ اُس پر چند ہار اور ایک خوشنما
پھولون کا گچھا۔ عمر ۲۷۔ یا۔ ۲۸ کے قریب۔ جامہ زیب خوش رو

گورا رنگ نکِ نشک سے درست، یہ حامدہ کے دولھا کی تصویر ہے۔ نوکرون نے پہلے جھک کے سلام کیا۔ پھر گلاب کیوڑہ اور عمدہ لیونڈر جو گلاب پاشون مین لیے کھڑے تھے براتیون پر سلیقے سے چھڑکا۔ اسکے بعد سب لوگ کمرون مین داخل ہو گئے۔ دن کو گیارہ بجے باہر کھانا ہوا۔ اور اسی وقت اندر بھی۔ مگر کیا ممکن کہ ذرا بھی شور و غل یا کچھ بدنظمی ہو۔ سچ یہ ہے کہ تعلیم یافتہ بیویون کا کیا کہنا۔ کس خوبی سے حامدہ کی والدہ نے بندوبست کیا تھا کہ تمام مہمان اس حُسن انتظام پر عش عش کرتے تھے۔ تعلیم کے ساتھ ہی خدا نے روپیہ بہت کافی دیا ہے۔ پھر شوہر نیک و لائق۔ بچّے مہذب۔ اور نوکر چاکر سلیقے والے۔ کیا کہون کیسا بارونق۔ گھر ہے خدا نظر بد سے بچائے کھانے کے بعد سب لوگون نے دو بجے تک آرام کیا۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کے دولھا کے باپ نے ایک عمدہ ٹرنگ۔ ایک صندل کا صندوقچہ۔ اور

ایک گنگا جمنی عطردان گھر مین بھیجا۔ ٹرنک مین عروسی لباس تھا۔ صرف ایک جوڑا۔ پیازی ریشم کا کامدانی کیا ہوا۔ ایک گون نما لباس جو گردن سے لیکر پاؤن تک چھُپا سکتا تھا۔ سب جگہ ڈھیلا ڈھالا مگر کمر پر کچھ ایسی کاٹ تھی کہ کسا تو نہ تھا مگر ڈھیلا بھی نہ تھا ڈھلک تھی اور بہت ہی خوشنما تھی۔ سر پر ایک تکونا پیازی چھوٹا سا دوپٹا۔ جو پیچھے کی طرف کمر تک اور سامنے کی طرف پیٹ تک ڈھانک سکے۔ ایک باریک ریشمی سُنہری نقاب۔ جوتا موزے دستانے سب پیازی رنگ کے۔ یہ عروسی لباس تھا سنتی ہون کہ قسطنطنیہ سے ترکی عروسی لباس سے مشابہ بنوا کر منگوایا گیا تھا۔ کامدانی وغیرہ گھر پر بنوالی۔ صندوقچی مین ایک جوڑ بُندے ہیرے اور موتی کے نفیس اور قیمتی۔ چار نازک اور خوبصورت بیروچ۔ ایک انگوٹھی ایک جڑاؤ گھڑی۔ اور ایک کنٹھا بہت ہی بیش قیمت ہیرے اور موتی کا تھا عطردان

مین ہندوستانی اورجاپانی عطر سے بھری ہوئی شیشیان تھین۔ ان چیزون کو سب نے دیکھا اور تعریف کی۔ اسکے بعد نکاح کا تقاضا شروع ہوا۔ اسی محلسرا کے بڑے کمرے مین ایک کوچ پر حامدہ بیٹھی تھی۔ اور اسکے پاس۔ مین اور حنیفہ سلطان بمقابل مین کرسیون پر حامدہ کی بھاوج اور پھپھی تھین۔ برابر والے دوسرے کمرے مین مرد تھے۔ اور وہین سے پوچھ پاچھ ہوئی مجھے یہ بات پسند آئی کہ حامدہ سے اقرار کرایا گیا اور معاملہ صرف رونے پر نہین ٹلا اگرچہ ہندوستانی لڑکیون کا رونا بھی اقرار ہی کے برابر مانا گیا ہے۔ اور اس پر فتوے ہو چکے ہین۔ مگر زبان سے اقرار کرنا پورے طور پر حکم رسول ص کی پابندی ہے۔ اور اسی لیے مین اس کو بہتر سمجھی۔ ایک لاکھ مہر بندھا۔ یہ کچھ بہت نہین ہوا۔ اس لیے کہ دولھا خود آٹھ نوسو ماہوار کماتا ہے۔ اور گھر کی جائداد بھی پچیس تیس لاکھ کی ہے۔

حامدہ سر جھکائے چپ چاپ شرمائی بیٹھی رہی۔ نکاح
کے بعد حامدہ کی پھپھی نے کہا کہ اب نتھ پہنانی چاہیے مشکل یہ
کہ حامدہ کی ناک چھدی ہی نہ تھی۔ وہ بڑی گھبرائی اور بہت چپکے
سے مجھ سے پوچھنے لگی کہ کیا اب ناک چھیدی جائے گی۔ مگر
بیگم صاحب نے کہا کہ اگر مجھے نتھ پہنانی ہوتی تو ناک کیون نہ
چھدواتی۔ مسلمانون مین ناک اور اوپر کے کان چھدوانے
کا رواج نہ تھا ہندوستان مین آکر انھون نے ہندوون سے
یہ رسم لی۔ عرب اور ترک عورتین اب بھی اس مصیبت سے آزاد
ہین۔ اپنی رسم چھوڑ کے پرانی رسم۔ اور رسم بھی وہ جو تکلیف دہ
اور بے نتیجہ ہو۔ کیون جاری رکھین۔ جب تک نہ سمجھے ان فضول
رسمون کے پابند رہے۔ مگر سمجھے پر بھی ان کو روا رکھنا کیا
ضرور ہے۔ اور اب تو اکثر جگہ سے اس قسم کی رسمین اٹھ گئی
ہین۔ غرض بخیر وخوبی نکاح ہو گیا۔ پونے گیارہ بجے کی ریل سے

رخصتی ٹھہر چکی تھی۔ اس لیے جلدی جلدی ہم لوگون نے

دُلھن کو سنوارا۔

کیا بتاؤن اپنی جان۔ کہ اس عروسی لباس اور چند سادے

زیورون مین حامدہ کیسی بھلی معلوم ہوتی تھی۔ ہار پھول بہت سے

پہنائے گئے تھے۔ عطر خوب لگایا گیا تھا مگر فضول جکڑ بند اور گھنونے

کپڑون کے بوجھ سے اس کو ہلکان نہین کیا گیا۔ آٹھ بجے رات

کو سب نے کھانا کھایا۔ کھانے سے فراغت ہونے کے بعد

ساڑھے نو بجے بیگم صاحبہ نے حامدہ کو بڑے مکان مین بلوایا

چمن مین جو گول چبوترہ بنا ہے۔ اس پر سرخ مخملی شمگیرے کے نیچے

کوچ اور کرسیان پڑی تھین۔ بیچ والے بڑے کوچ پر حامدہ بٹھائی

گئی۔ ارد گرد اور سب بیٹھے۔ حامدہ سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی

اور ایک بھولی بھالی خوبصورت چینی کی مورت سی معلوم ہوتی

تھی۔ دل تو سب کے بھرے ہوئے تھے مگر اس خیال سے

کہ اگر کوئی رویا تو حامدہ جو بالکل ہی بھری بیٹھی ہے بیحد روئے گی
سب نے ضبط کیا دس بجے کے قریب حامدہ کے والد اور دونون
بھائی گھرمین آئے۔

اب ایک میز پر وہ چیزین جو مان باپ اور دوسرے
عزیزون اور دوستون نے دی تھین اکھٹی کی گیئن۔ اس کے بعد
باپ اور بھائی نے حامدہ کا سر باری باری سینہ سے لگایا۔ جب
یہ لوگ باہر جانے لگے تو بیچاری حامدہ ضبط نہ کر سکی۔ مان نے بیٹی
کو کلیجے سے لگا لیا اور اپنے دل پر پتھر رکھ کے یون سمجھانا شروع کیا۔ کہ
"بیوی رونے کی کیا بات ہے چوتھے روز تو پھر آجاؤ گی خدا
نہ کرے ہمیشہ کی جدائی تھوڑا ہی ہے۔ اس کے علاوہ ضبط
اور استقلال شریف بیٹیون کو لازم ہے۔ تم سمجھ دار ہو۔ یہ تھڑدلاپن
کیسا۔ بیٹی ابھی تو چار دن کو جا رہی ہو۔ ایسا بھی اتفاق ہو گا کہ
دو دو برس نہ آسکو گی۔ تو کیا یون رو رو کے جل تھل بھرا کرو گی۔

اور سسرال والون سے یہ کہلواؤگی کہ بہو کا اس گھر مین جی نہین لگتا - میری پیاری - کون بیٹی مان باپ کے پاس عمر بھر رہی ہے - ہم بھی اپنے مان باپ کے ایسے ہی پیارے تھے اور پھر آخر اسی طرح اپنے میکے سے الگ اور عزیزون سے جدا ہوئے جس طرح آج تم جدا ہو رہی ہو - مان باپ کے گھر تو لڑکی مہمان ہوتی ہے - شوہر ہی کا گھر اُس کا اپنا گھر ہوتا ہے اصلی زندگی اُس کی اسی وقت شروع ہوتی ہے جب وہ بیاہ کے بعد اپنے گھر جاتی ہے - تب ہی ہنرمندیون کے اظہار کا موقع ملتا ہے - اب وہ وقت آیا ہے کہ تم اپنی عقل اور تعلیم کو کام مین لاؤ - جن لوگون سے خدا نے تمھاری تقدیر وابستہ کی ہے - ان کو حُسن اخلاق اور خدمت گزاری کے ذریعہ سے اپنا بناؤ - اور جس گھر مین جا رہی ہو اُس کو اپنے انتظام کی خوبی سے چار چاند لگاؤ ساس سسر کو مان باپ کے اور جیٹھ - دیور - نندون کو

بھائی بہن کے برابر سمجھنا۔ جٹھانیون دیورانیون سے بھاوجون کا سا برتاؤ رکھنا۔ غرض اُس گھر کو اپنا گھر اور گھر والون کو اپنا عزیز جاننا۔

اپنے میان کی خوشی اور آسایش کو اپنی خوشی اور آسایش پر مقدم سمجھنا۔ ہمیشہ نرمی اور خوش مزاجی کے ساتھ اُس سے بات کرنا۔ ہمت اور استقلال سے کام لینا۔ نرم گرم باتین تحمل۔ بردباری اور عقل کے ساتھ برداشت کرنا۔ حامدہ پیاری۔ مین نے جس محبت اور نازبرداری سے تم کو اُنیس برس پالا۔ اور تمھاری تعلیم و تربیت کی ہے۔ اس کا صلہ اب مین تم سے چاہتی ہون۔ اور وہ صرف یہ ہے کہ جب تک تم کو خدا زندہ رکھے اپنے کسی فعل سے میرے اور اپنے ابّا جان کے نام پر حرف نہ آنے دینا۔ اچھا بیٹی اب دل کو سنبھالو دیکھو تمھارے سب عزیز اور تمھاری پیاری سہیلیان تم سے ملنے کو

کھڑی ہین ان سے ملو۔ اور ان سب کی اور میری ہزارون دُعائین
لے کر خوش خوش اپنے گھر سدھارو۔ حامدہ تم پریشان اور
روتی ہوئی جاؤ گی تو بتاؤ کہ میرے دل کو کس طرح چین آئے گا،،
اِدھر حامدہ جیسی پیاری لڑکی کی جدائی کا خیال۔ اُدھر
یہ موثر تقریر کون ایسا تھا جسکے آنسو روکے سے رُک جاتے۔
سب کی آنکھون سے رومال لگے ہوئے اور ہچکیان بندھی
ہوئی تھین۔ مگر آفرین ہے بیگم صاحبہ کے ضبط کو کہ جب تک
لڑکی سوار نہو گئی اُن کی آنکھ سے قطرہ نہ گرا۔ تمام جسم سے تھر تھر
کانپ رہی تھین چہرے پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا۔
اور آنکھین گویا دلبالب پیالے تھے۔ جن کو اُنھون نے
چھلکنے نہ دیا جب حامدہ ہم لوگون سے مل کے رخصت ہو گئی تو نواب صاحب
(حامدہ کے والد) دولھا کو گھر مین لائے۔ دولھا نے سلام کیا
ساس نے ۲۵۔ اشرفیان اور ایک قیمتی ہیرے کی انگوٹھی دی

سسر نے ایک فٹن مع عمدہ جوڑی کے دی۔ اور برات بخیر وخوبی
رخصت ہوئی۔ ہان یہ تو مین نے بتایا ہی نہین کہ حامدہ کو میکے
سے ملا کیا۔ بیس ہزار نقد تو گھر سے دیے گئے۔ کیونکہ بیگم صاحبہ
نے بہت سے زیورات۔ کپڑے۔ اور فضول برتن۔ بھانڈے
دینا پسند نہ کیا۔ ایک ہزار روپیہ چچا نے اور ایک ہزار
ماموں نے دیا۔

پھپھی نے کلائی کی جڑاؤ گھڑی دی۔ ایک ہلال کا
بروچ اور قیمتی زمرد کی انگوٹھی حنیفہ سلطان نے۔ اور گھڑی کی
جڑاؤ زنجیر تاجدار دلھن نے دی۔ بھائیون کی طرف سے
سلائی کی مشین۔ اور ایک الماری خوبصورت مجلد کتابون سے
بھری ہوئی اور ایک آبنوسی ڈسک جس پر چاندی کا عمدہ کام
کیا تھا۔ لکھنے کے سامان سے سجا ہوا دیا گیا۔ مین نے ہار موتیم
دیا۔ بھابھی جان نے ایک ڈریسنگ کیس۔ اور شمیم آپا نے

ہاتھی دانت کا عطردان۔ شمس النسا اور اختر النسا نے اپنے بنائے ہوئے چند کُشن۔ میز کی کارچوبی چادرین۔ ریشمی کام کے دو پردے اور اپنے اسکول کی تصویرین بطور یادگار کے دین نقد کے علاوہ گھر سے ایک عمدہ قلمی قرآن شریف ایک چاندی کی رحل۔ مخملی کارچوبی جانماز۔ ایک چاندی کا چاء کا سٹ۔ سنگ مرمر میز مع جملہ سامان کے بارہ آدمیون کے کھانے کا سامان عمدہ چینی۔ شیشے اور چاندی کا۔ دو بڑے اور دو اوسط گیس کے لیمپ۔ ایک کپڑون کی الماری نہایت نفیس و نازک جس پر آبنوس اور ہاتھی دانت کا عمدہ کام کیا ہوا تھا اور اس مین چار جوڑے کپڑے یعنے چار نفیس اور قیمتی بنارسی ساڑیان مع تمام لوازمات کے تھین۔ ایک نہایت خوبصورت ولایتی مسہری بیش قیمت پردون سے سجی ہوئی۔ ایک چھوٹی سی خوبصورت اور قیمتی پردے دار موٹر کار دو سیٹ کی۔ زیورون مین

دوبروچ۔ ایک جوڑ بُندے۔ چار چوڑیان ہاتھون کی۔ ایک گلوبند۔ ایک موتیون کی خوب لمبی لڑی۔ چار انگوٹھیان۔ یہ پورا سیٹ موتی اور ہیرے کا نہایت نفیس اور نازک اور تخمیناً ایک لاکھ تک قیمت کا تھا۔ یہ سب مین نے جہیز کی فہرست سے نقل کر لیا تھا۔ جو آپ کو لکھتی ہون۔ رات بھر ہم وہین رہے۔ صبح کو اپنے گھر آئے۔ چوتھے روز حامدہ واپس آئی۔ اور پانچوین روز عام دعوت کا بلاوا دیا گیا جس مین عزیز۔ غیر۔ ملاقاتی۔ سب ہی تھے۔ رات کا کھانا تھا مین تو بس اُن کے گھر کے قاعدون اور بیگم صاحب کے سلیقے کی قائل ہون۔ اتنی بڑی تو دعوت کہ تقریباً چوتھائی شہر اُمنڈ آیا تھا۔ مگر واہ رے انتظام کیا مجال کہ کسی چیز کی کمی ہوئی ہو یا ترتیب مین فرق آیا ہو۔ یا شور وغل ہوا ہو یا کسی کو خفیف سی بھی شکایت ہوئی ہو۔ نوکر چاکر معلوم ہوتا تھا کہ طلسمی پتلے ہین جو اشارے پر اپنا کام بجا لاتے ہین۔ پھر یہ دیکھیے کہ بڑون کی میز علٰحدہ۔

کمسنون کی علٰحدہ۔ بچون کی علٰحدہ۔ ہندو بہنون کی علٰحدہ۔
عیسائی اور یوروپین بہنون کی علٰحدہ۔ اور قریب یہی
انتظام باہر بھی تھا۔ گھاس کے چھوٹے چھوٹے قطعون پر
صاف ستھری میزین۔ جن پر سب چیزین چنی ہوئی۔ برقی
روشنی جو رات کو دن بنا رہی تھی شفاف کپڑے پہنے ہوئے
سلیقہ مند ملازم حاضر۔ بیچ کی لائن مین فوارے چل رہے تھے
جن پر رنگین لالٹینون کا عکس پڑ پڑ کر پانی کو کبھی سرخ کبھی زرد
کبھی آسمانی بنا دیتا تھا۔ چھوٹی محلسرا کے صحن مین کچھ اور ہی
لطف تھا۔ جن بیبیون کو میز کرسی پر کھانے مین تکلف تھا۔
یا جنھون نے اتنے بڑے مجمع مین شریک ہونا پسند نہین کیا۔
اُن کے لیے وہان تختون پر اُجلی چاندنیان۔ اور رنگین باغ بہار
قالین بچھے۔ سفید دسترخوان لگے اور نفیس کھانے چُنے ہوئے
تھے۔ سبز اور سفید کنول روشن تھے۔ غرض عجب بہار تھی۔

کہان تک لکھون - ساڑھے گیارہ بجے کھانا ختم ہوا - مس جارج
اور مس جیکسن نے پیانو بجایا - شمس النسا اور اختر النسا نے
ہارمونیم اور ستار سُنایا - شمس النسا اور اختر النسا تو آپ کو یاد ہونگی -
اے یہ وہی دونون لڑکیان ہین جو رشتے مین نواب باندہ کی عزیز
ہوتی ہین - ان کے سوتیلے چچا نے ان کو اسکول مین تعلیم دلوائی ہے -
یہ کئی مرتبہ اپنی چچی کے ساتھ حامدہ کے یہان آئین اور آپ سے بھی
ملین تھین - حامدہ تو ایک ہر دل عزیز لڑکی ہے اِن لڑکیون کو
اس سے ایسی محبت ہو گئی کہ اُس کی شادی مین شریک ہو
ہونے کو اپنے وطن الہ آباد سے یہان آئین - خیر یہ تو بیچ مین
دوسری بات آپڑی ہان تو مہمانون کو پان - عطر - الائچی - ہار وغیرہ
تقسیم ہوئے اور سوا بارہ بجے تعریف کرتے ہنسی خوشی لوگ
رخصت ہوئے - ہم لوگ رات کو رہ گئے صبح کو مجھ سے اور حامدہ
سے خوب باتین ہوئین جو چیزین اس کو سسرال سے ملی تھین وہ

سب دیکھین۔ حامدہ کے دولہا نے اپنی اور حامدہ کی تصویر
شادی کے لباس مین اپنے بھائی سے کھچوائی تھی۔ وہ بھی
دیکھی۔ اور سہ پہر کو ہم اپنے گھر آئے۔ اپی جان۔ یہ سب خوبیان
تعلیم اور اس سے زیادہ تربیت کی ہین۔ بیشک دولتمندی
نے اور بھی جِلا دیدی ہے لیکن اگر کرورون روپیہ ہوا ور
تعلیم وسلیقہ نہو تو سب خاک ہے۔ آخر عزیز بانو کی شادی
گزشتہ سال آپ دیکھ ہی چکی ہین روپڑگی تو اُن کے یہان بھی
ریل پیل ہے۔ اور اسی عزیز بانو کی شادی مین کوئی
دو ڈھائی لاکھ روپیہ خرچ ہوگیا ہوگا مگر کیا حالت تھی؟ مہمان
پریشان۔ عزیز خفا۔ عین نکاح کے وقت مہر پر وہ جھگڑا کہ الامان
یہ اسی لیے تو تھا کہ گھر بھر جاہل گنوار کا لٹھ ہے۔ پیاری کنیز فاطمہ کو
میری طرف سے پیار کر لیجیے۔ اور دولہا بھائی کو تسلیم کہیے۔

آپ کی عنایت فاطمہ

باہتمام اسحاق علی علوی

النّاظر پریس واقع چوک لکھنؤ میں چھپی